رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

دل کو نرم کرنے والی حدیثوں کا مجموعہ مع ترجمہ و تشریح
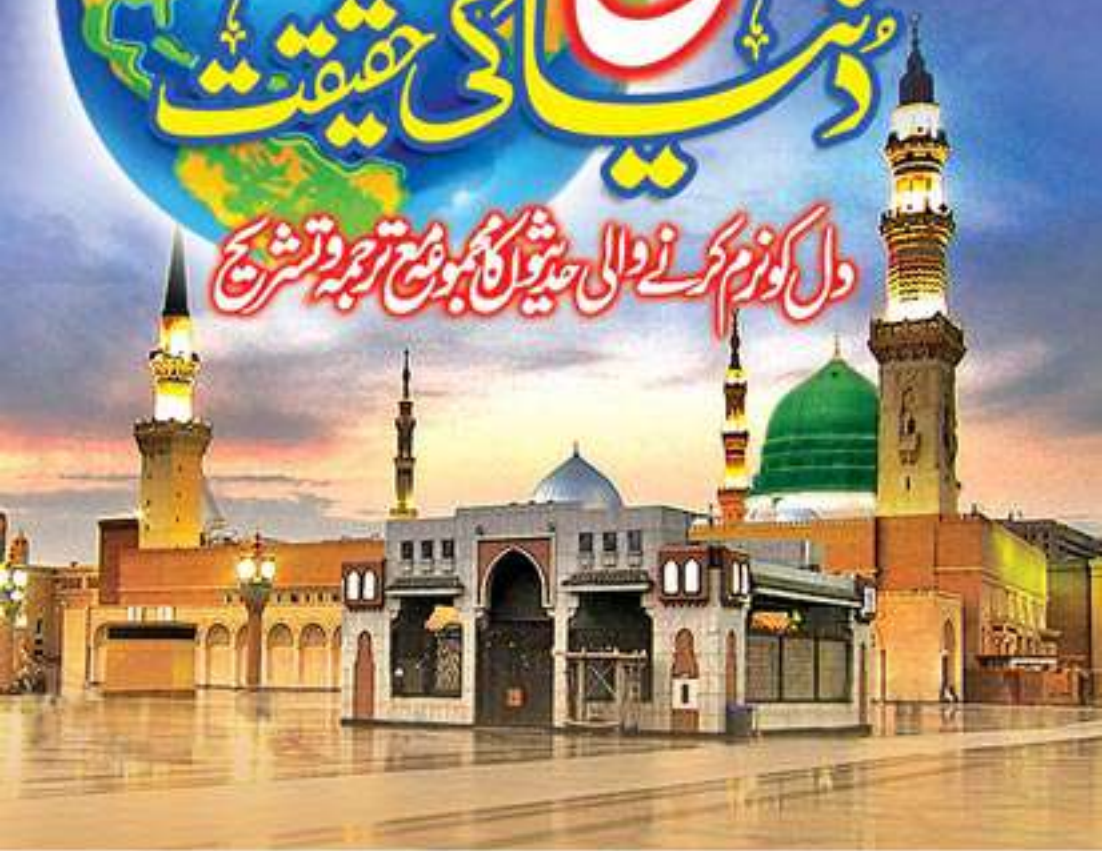
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دنیا کی حقیقت

دل کو نرم کرنے والی احادیثِ مبارکہ کا مجموعہ مع ترجمہ و تشریح

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد
حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

یہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے تیرے بزرگوں کے
یہ نعمتِ صحبتِ شیخ تو بس اک اشارہ ہے
جو ہیں نشتر دل ہوں خزانے تیرے دردوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

تالیف : شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت : ۴؍جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴؍مارچ ۲۰۱۶ء، بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:92.21.34972080+، 92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔الحمدللہ!اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

بشارتِ عظمیٰ

آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے مُرشدی و مولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب **ادام اللہ ظلالھم علینا** کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جو اُس وقت طالبِ علم تھے) نے ایک خواب دیکھا تھا جِس کی اطلاع حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعۂ خط کی تھی۔ وہ خط اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب برکت کے لیے نقل کیا جاتا ہے۔

"شیخ العرب والعجم عارف باللہ مرشدنا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خط کا اقتباس"

خواب: غلام زادہ عزیزم محمد مظہر میاں سلمہٗ نے آخر شب میں خود کو اور اس ناکارہ کو اور عشرت جمیل سلّمہٗ کو اور ایک ملازم دواخانہ محمد آزاد سلّمہٗ کو جو اس ناکارہ سے بیعت بھی ہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاروں اشخاص کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئے اور وہ مٹی کی ہے۔ وہاں ہم چاروں اُمتی کو حکم فرمایا کہ اس کو کھو دو۔ کھودنے پر شیشہ کے بڑے بڑے مرتبان ظاہر ہوئے اور ان میں ہرن وغیرہ کی کھالوں پر لکھے ہوئے احادیث کے مسودات تھے۔ پھر اس ناکارہ نے عشرت جمیل کو حکم دیا کہ ان احادیث کو لکھ لو۔ انہوں نے عربی میں لکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ ان سے (اَشَارَ اِلَیْہِ) (عشرت جمیل سے) لکھایا کرو۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

''محی السُنّۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب''

مکرمی حکیم صاحب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مظہر سلّمہٗ کا خواب بہت مُبارک ہے رائی اور مرئی حضرات کے لیے۔ سب کے لیے بشارت ہے خدمتِ دین کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق باحسن وجوہ عطا فرمائیں۔

والسلام...... ابرار الحق

۱۴؍ رجب ۱۳۸۹؁ھ

اس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ کئی سال بعد حضرت والا نے پیش نظر کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' تحریر فرمائی جو مشکوٰۃ کتاب الرقاق کی منتخب احادیث اور ان کا ترجمہ و تشریح ہے۔ حضرت والا کے تحریر کردہ مسودہ کو احقر دوسرے کاغذ پر نقل کرکے کاتب کو دے دیتا تھا اور اُنگلی کاٹ کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا مصداق بننے کی کوشش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرماکر احقر کی مغفرت کا بہانہ بنادیں اور حضرت مُرشدی مدظلہم العالی کی بلندئ درجات اور صدقۂ جاریہ کا ذریعہ بنادیں۔

اٰمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم

یہ کتاب اہلِ علم میں بہت مقبول ہے اور تیس بتیس سال سے شایع ہورہی ہے۔

راقم الحروف

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶؁ھ

طباعتِ جدیدہ کے متعلق چند معروضات

مُرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم علینا کی تالیف ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' تقریباً ۳۵ سال میں نہ معلوم کتنی بار شایع ہوچکی ہے لیکن چند برس پہلے جب حضرت والا کا مجموعہ کلام فیضانِ محبت شایع ہوا جس کی کتابت وطباعت وغیرہ انتہائی دیدہ زیب ہے اس کو دیکھتے ہی حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' اس سے کہیں زیادہ شاندار طبع ہونی چاہیے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مُبارک کے سامنے میرے کلام کی کیا حیثیت ہے۔ غلام کا کلام تو شاندار طبع ہو اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی کتابت وطباعت ویسی نہ ہو یہ میں برداشت نہیں کرسکتا اور حضرت والا نے از سرِ نو کتاب کے لیے ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب کو رقم بھی پیش کردی جو لاہور سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کی طباعت کا بھی انتظام فرمایا اور اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب کو جزائے عظیم عطا فرمائے جن کی شب و روز محنت اور طباعت کو خوب سے خوب تر کرنے کی دُھن اور کاوش کی بدولت حضرت مُرشدی دامت برکاتہم وعمّت فیوضھم کی مرضی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت کی طباعتِ جدیدہ آپ کے سامنے ہے اور الحمد للہ اتنی دیدہ زیب ہے جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس طباعتِ جدیدہ میں ہر حدیث پاک کے ساتھ کُتبِ احادیث کے حوالے نہایت تفصیل سے درج کردیے گئے ہیں جو حضرت مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اور جملہ معاونین کو جزائے عظیم عطا فرمائے۔ آمین

کتبہ

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ، خادم حضرت والا دامت برکاتہم

۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۲/ دسمبر ۲۰۰۴؁ء

مقدمہ

عبد ضعیف محمد اختر عفااللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ العالی استاد حدیث دارالعلوم کراچی نے تالیف معارفِ مثنوی سے احقر کو فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اب احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تالیف کا سلسلہ شروع کرو۔ احقر مولانا موصوف کے اس کرم کا ممنون ہے کہ ان کے ارشاد کے بعد ہی قلب میں توفیقِ باری تعالیٰ سے داعیۂ تالیف عطا ہوا اور مولانا موصوف مدظلہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے دل میں یہ بات ڈالی کی دنیا کی محبت ہی آخرت سے غفلت کا اور تمام معاصی کا اصل سبب ہے اس لیے مشکوٰۃ شریف سے کتاب الرقاق کے انتخاب پر مشتمل مجموعہ سے آغاز مناسب رہے گا۔ احادیثِ شریفہ کی تشریحات میں زیادہ تر مظاہرِ حق سے جو نہایت مستند شرح مشکوٰۃ شریف ہے، کام لیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو قبول و نافع فرماویں اور احقر کے لیے اور مولانا موصوف اور دیگر معاونین وناشرین کے لیے صدقۂ جاریہ فرمائیں۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

العارض محمد اختر عفااللہ عنہ

۴؍جی، ۱۲/۱ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کتاب الرقاق (دل کو نرم کرنے والی حدیثیں)

فصلِ اوّل

۱۔ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نِعۡمَتَانِ مَغۡبُوۡنٌ فِیۡھِمَا کَثِیۡرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالۡفَرَاغُ [۱]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ہیں جن کے معاملے میں بہت سے لوگ (ان کی قدر کماحقہ نہ کرنے کے سبب) خسارہ اور نقصان میں ہیں: ایک صحت دوسری فراغ۔

تشریح: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ انسان عبادت میں اسی وقت مشغول ہو سکتا ہے کہ جب وہ صحت مند ہو اور بقدرِ ضرورت رزق حلال ہو، کیوں کہ کبھی آدمی صحت مند ہوتا ہے مگر کسبِ معاش سے فرصت نہیں پاتا اور کبھی کسبِ معاش سے مستغنی ہوتا ہے لیکن صحت ٹھیک نہیں ہوتی، اور جس کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں اور پھر بھی کاہلی کے سبب عبادت میں مشغول نہ ہو تو یہ بڑے ہی خسارے اور نقصان میں ہے [۲]

پس از سی سال ایں معنیٰ محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیس برس مجاہدات کے بعد یہ حقیقت معلوم

۱۔ صحیح البخاری: ۲/۹۴۹، (۶۴۴۷)، باب قولہ لا عیش الا عیش الاٰخرۃ، المکتبۃ المظھریۃ/ جامع الترمذی: ۲/۵۶، ابواب الزھد، ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۲۳، (۴۰۲۰)،

۲۔ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۴۹، (۵۱۵۵)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ہوئی کہ ایک سانس حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے افضل ہے۔

مظاہرِ حق میں ہے کہ علماء نے لکھا ہے:

اَلنِّعْمَةُ اِذَا فُقِدَتْ عُرِفَتْ[۳]

کوئی نعمت جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح صحت اور فراغ کی نعمت کو بہت سے لوگ مفت کھو دیتے ہیں اور اس کی قدر ان کو اس وقت معلوم ہوتی ہے جب بیمار ہوتے ہیں یا کسی تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندامت نفع نہ دے گی:

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ[۴]

یہی دن ہے ہار جیت کا یا سود وزیاں کا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جنّت کو جنّت میں کسی بات کی حسرت نہ ہوگی مگر حق تعالیٰ سے غفلت کے لمحات اور اوقات پر وہاں بھی حسرت ہوگی۔[۵]

۲-عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ[۶]

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے: خدا کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لے کر واپس ہوئی۔ (یعنی پانی کا کتنا حصہ انگلی میں لگا)

۳؎ مظاهر حق: ۴/۶۶۸

۴؎ التغابن: ۹

۵؎ مرقاة المفاتيح: ۹/۳۴۹، (۵۱۵۵)، كتاب الرقاق، دار الكتب العلمية، بيروت

۶؎ صحيح مسلم: ۲/۳۸۳-۳۸۴، باب فناءِ الدُّنيا وَبَيَانِ الْحَشْرِ يَوْمَ الْقِيامةِ، ايچ ايم سعيد / سنن ابن ماجة: ۳۴۳، ۹(۴۱۰۸)، باب مثل الدنيا، المكتبة الرحمانية / شرح السنة للبغوى: ۴۱/۶۲۲، (۴۰۲۳)، المكتبة الاسلامية، بيروت

تشریح: یہ مثال محض سمجھانے کے لیے ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں کس قدر بے وقعت ہے۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دنیا کی اتنی بھی وقعت اور قیمت اور نسبت آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے جتنا کہ انگلی کو دریا میں ڈال کر نکالنے کے بعد پانی کی تری کو دریا سے ہے۔ پس اس مثال کا مقصود تفہیم کو آسان کرنا ہے۔ ورنہ دنیا متناہی محدود کو آخرت غیر متناہی غیر محدود سے کیا نسبت؟ دنیا کی نعمت پر نہ مغرور ہو اور نہ یہاں کی تکلیف کا شکوہ کرے، اور کہے جیسا کہ فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ **اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ**[7] یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا: ایک دفعہ یوم الاحزاب میں اور دوسری دفعہ حجۃ الوداع پر۔[8] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی عیش مگر آخرت کا عیش۔

۳- وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ قَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ ھٰذَا لَہٗ بِدِرْھَمٍ, فَقَالُوْا: مَا نُحِبُّ اَنَّہٗ لَنَا بِشَیْءٍ, قَالَ: فَوَاللہِ لَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللہِ مِنْ ھٰذَا عَلَیْکُمْ[9]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے یا کٹے ہوئے تھے اور مرا ہوا تھا، ارشاد فرمایا: تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کو ایک درہم کے عوض میں لے لے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں نہیں لینا چاہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے خداوند تعالیٰ کی! یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بچہ بکری کا ذلیل ہے۔

تشریح: مقصود اس حدیث سے بے رغبت کرنا ہے دنیا سے اور راغب کرنا ہے آخرت کی طرف کیوں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے اور ترکِ محبتِ دنیا ہر عبادت کا سر ہے۔ دنیا کا عاشق اگر دین کے کام میں بھی مشغول ہوتا ہے تو اس کی غرض فاسد ہوتی ہے اور دنیا سے

---

[7] صحیح البخاری: ۹۴۹/۲، (۶۴۴۹)، باب قولہ لا عیش الا عیش الاٰخرۃ، المکتبۃ المظھریۃ/ صحیح مسلم: ۱۱۳/۲، باب غزوۃ الاحزاب وھی الخندق، ایچ ایم سعید

[8] مرقاۃ المفاتیح: ۳۵۰/۹، (۵۱۵۶)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[9] صحیح مسلم: ۴۰۷/۲، کتاب الزھد، ایچ ایم سعید

بے رغبت اگر دنیا کے کام میں بھی لگتا ہے تو اس کی غرض آخرت ہوتی ہے۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ جس نے دوست رکھا دنیا کو اس کو کوئی مرشد ہدایت نہیں دے سکتا اور جس نے ترک کیا دنیا کی محبت کو اس کو کوئی مفسد اور گمراہ کرنے والا گمراہ نہیں کر سکتا۔[۱۰]

۴- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ[۱۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔

تشریح: مومن اگر مصائب اور بلاؤں میں مبتلا ہے تو اس کے لیے اس کی دنیا کا جنّت کی نعمتوں کے مقابلے میں قید خانہ ہونا واضح ہے اور اگر مومن دنیا کی نعمتوں اور عیش میں ہے تو جنّت کی ان نعمتوں کے مقابلے میں جن کو اس کی آنکھوں نے نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی سنا اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ اور خیال گزرا پھر بھی وہ قید خانہ میں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے اہلِ جنّت کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ[۱۲] نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

اور کافر اگر بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے تب بھی یہ دنیا اس کی دوزخ کے مصائب کے مقابلے میں جنّت ہے اور اگر عیش میں ہے یعنی شہواتِ نفسانیہ کی تمام لذّتوں کو اڑا رہا ہے تب بھی دوزخ کی تکالیف کے مقابلے میں موت سے قبل یہ دنیا اس کی جنّت ہے۔

---

[۱۰] مرقاة المفاتیح: ۹/۴۰۳، (۵۲۱۲)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیة، بیروت/مظاهر حق: /۶۷۰، من أحب الدنیا لم یقدر علٰی هدایته جمیع المرشدین، ومن ترك الدنیا لم یقدر علٰی ضلالته جمیع المفسدین

[۱۱] صحیح مسلم: ۲/۴۰۷، کتاب الزهد، ایچ ایم سعید/ جامع الترمذی: ۲/۵۸، بابُ ما جاء ان الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجة: ۴۳۹، (۴۱۱۳)، باب مثل الدنیا

[۱۲] صحیح مسلم: ۲/۳۷۸، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، ایچ ایم سعید/ جامع الترمذی: ۲/۱۶۴، کتاب التفسیر، سورة الواقعة، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجة: ۴۵۸، (۴۳۲۸)، باب صفة الجنة، المکتبة الرحمانیة/شرح السنة للبغوی: ۱۵/۲۰۶، (۴۳۷۰)، باب صفة الجنة واهلها، وما أعد الله للصالحین فیها

نیز یہ کہ مومن دنیا سے آخرت کی طرف خروج کی تمنا رکھتا ہے اور کافر دنیا میں خلود یعنی ہمیشہ رہنے کی تمنا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔ اور مقصود اس حدیثِ پاک کا یہ ہے کہ مومن کے نزدیک دنیا کی نعمتوں کی آخرت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی اگرچہ بظاہر کثیر اور جلیل القدر ہوں اور اس کی تمام تر فکر آخرت کی زندگی کے لیے وقف ہوتی ہے اور کافر آخرت کی زندگی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا[۱۳] نہیں ہے مگر صرف دنیا کی زندگی (لمعات)

۵- عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الۡجَنَّةُ بِالۡمَکَارِهِ- مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ اِلَّا عِنۡدَ مُسۡلِمٍ حُفَّتۡ بَدَلَ حُجِبَتۡ[۱۴]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: دوزخ ڈھانکی گئی ہے شہوات سے (یعنی دوزخ پر شہوتوں اور لذّتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں پس جو شخص شہوتِ نفسانی میں اپنے کو مبتلا کر دیتا ہے وہ دوزخ کا پردہ چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) اور جنّت ڈھانکی گئی ہے سختیوں اور تکلیفوں سے (پس جو شخص اعمالِ صالحہ پر دوام اور گناہوں سے صبر کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے وہ جنّت کے پردہ کو چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) (بخاری و مسلم) اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حُفَّتۡ یعنی دوزخ کو شہوتوں سے اور جنّت کو تکلیفوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

تشریح: خلاصۂ مفہوم حدیثِ مذکور کا یہ ہے کہ دوزخ تک کوئی شخص نہ پہنچے گا جب تک وہ شہوات کا یعنی گناہوں کا ارتکاب نہ کرے گا، اسی طرح کسی شخص کو جنّت تک

---

[۱۳] المؤمنون: ۳۷

[۱۴] صحیح البخاری: ۹۶۰/۲، (۶۵۲۶)، باب حجبت النار بالشهوات، المکتبة المظهرية/ صحیح مسلم: ۳۷۸/۲، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، ایچ ایم سعید

رسائی نہ ہو گی جب تک کہ وہ عبادات کی اور معاصی سے حفاظت کی محنت نہ برداشت کرے گا، جو شخص جس حجاب کو چاک کرے گا وہ اس حجاب کے محجوب تک واصل ہو جاوے گا۔ فَمَنْ هَتَكَ الْحِجَابَ وَصَلَ إِلَى الْمَحْجُوْبِ[۱۵] جس نے پردہ پھاڑا وہ پردہ کے پیچھے والی شے سے ملا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللهِ علم پردہ ہے اللہ کا۔ اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے، جب علم تک رسائی ہو گی خدا کی معرفت عطا ہو گی۔ اس حدیث میں شہوت سے مراد خواہش حرام ہے جیسے شراب، زنا اور غیبت ہے اور جائز راحت میں حرج نہیں، مگر عیش کی زیادہ فکر و کاوش مانع قربِ ولایت ہے۔[۱۶]

۶- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ، طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَّهٗ وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ[۱۷]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو دینار اور درہم اور چادر کا بندہ، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کانٹا چبھے نہ نکالا جاوے۔ مبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور قدم غبار آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے، اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی

---

۱۵ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۵۴، (۵۱۶۰)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۶ مظاہر حق: ۴/۶۲-۶۳

۱۷ صحیح البخاری: ۲/۴۰۴، (۲۹۰۰)، باب الحراسۃ فی الغزوۃ فی سبیل اللہ عزوجل، المکتبۃ المظہریۃ

سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، یعنی گم نام، بے نام و نشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔

تشریح: بندۂ دینار کا مطلب یہ ہے کہ مال کی مذموم دوستی جو آخرت سے غافل کردے، اور اگر مال ہو لیکن اس کی محبت میں گرفتار نہ ہو تو مذموم نہیں۔ اور خاص دینار اور درہم جو فرمایا تو اس لیے کہ یہ نقد ہے جس سے نفس کی ہر بُری خواہش کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ خَمِيْصَةٌ اس سیاہ چادر کو کہتے ہیں جس پر خطوط (دھاریاں) ہوں، اور خاص اس کو اس لیے ذکر فرمایا کہ اس سے رعونت اور تکبر اور ریا اور سمعہ پیدا ہوتا ہے۔ بندہ ہونا اس لیے ہے کہ کمالِ رغبت و محبت سے اس کی جدائی پر تحمل نہیں رکھتے تو گویا کہ اس کے غلام ہوچکے ہیں۔[۱۸]

۷- وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللهِ لَاالْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ[۱۹]

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دنیا کی محبت و رغبت میں گرفتار ہوجاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوئے تھے اور یہ دنیا پھر تم کو ہلاک کردے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔

تشریح: اس حدیث میں دنیا کی کشادگی سے وہ وسعت مراد ہے جو ضرورت سے زائد ہو اور یہی حالت غفلت اور گمراہی کا سبب ہوتی ہے۔ چوں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں مذکور ہے:

۱۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۵۴-۳۵۵، (۵۱۶۱)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۹؎ صحیح البخاری: ۱/۴۴۷، (۳۱۶۸)، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذمۃ والحرب، المکتبۃ المظہریۃ

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ[20]

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی فراوانی اور زیادتی سے اُمت پر گمراہی کا اندیشہ ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نہیں ڈرتا میں اُمت پر فقر و افلاس سے، مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں اکثر سلامتی رہتی ہے۔ جو مفید ہے اُمت کو، اور فقر سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ تمام ضروریات دین اور دنیا کی موجود نہ ہوں یعنی کسی قدر تنگی و پریشانی سے گزر ہوتی ہو، البتہ زیادہ تنگی جو کفر تک پہنچادے وہ فقر یہاں مراد نہیں کیوں کہ اس فقر سے پناہ آئی ہے:

کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا[21]

ترجمہ: شدید تنگدستی کبھی ضعیف الایمان کو کفر تک پہنچادینے کا سبب بن جاتی ہے۔[22]

حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللہَ عَزَّوَجَلَّ[23]

مال داری اس شخص کو مضر نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ جو مال دار متقی نہیں ہیں ان ہی کو مال نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے اور نافرمانیوں میں اپنا مال بے دریغ صَرف کر رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۸-عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا-وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَفَافًا[24]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[20] شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۱۰۲، (۱۰۰۱۹)، مکتبۃ الرشد

[21] شعب الایمان للبیہقی: ۹/۱۲-۱۳، (۶۱۸۸)، مکتبۃ الرشد/جامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر: ۲/۳۸۷، (۶۱۹۹)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[22] مظاہر حق: ۴/۶۷۸

[23] سنن ابن ماجۃ: ۲۷۲، (۲۱۴۱)، المکتبۃ الرحمانیۃ

[24] صحیح البخاری: ۲/۹۵۵، (۶۴۸۹)، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، المکتبۃ المظہریۃ

نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ! تو محمد کی آل (اہلِ بیت وذرّیات) کو صرف اتنا رزق عطا کر جو ان کی جان بچائے اور بدن کی قوّت کو قائم رکھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صرف اتنا رزق عطا کر جو ان کی زندگی باقی رکھنے کے لیے کافی ہو۔

تشریح: چوں کہ دنیا کی حقیقت اور اس کے نقصانات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح علم عطا ہوا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل اور اہل وعیال کے لیے دنیا کو خدا سے بقدرِ ضرورت طلب فرمایا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی نگاہوں میں پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں دنیا کی ناپائیداری اور بے وقعتی دکھادیں اور توفیقِ عمل بخشیں، آمین۔ صاحبِ مظاہرِ حق لکھتے ہیں کہ آلِ رسول سے یہاں مراد اہلِ بیت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے اور دوست کامل ہیں اور دوسرے معنیٰ کو ترجیح دی گئی ہے۔[۲۵] اور **کَفَافٌ** کے معنیٰ یہ ہیں کہ اتنی روزی حاصل ہو جو دوسروں سے سوال کرنے سے بے پروا کردے۔ بعض کے نزدیک **کَفَافٌ** اور قوت کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ روزی بقدرِ ضرورت (**کَفَافٌ**) افضل ہے فقر اور غنا سے، اور جو مال داری سبب گمراہی اور اسراف نہ ہو بلکہ نیکی اور عبادت کا سبب ہو تو وہ فضیلت اور طرح کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا صرف بقدرِ ضرورت مطلوب ہے اور ضرورت کی تعریف حضرتِ اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے کہ ضروری وہ ہے جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو خواہ دنیا کا یا آخرت کا۔

۹-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰہُ بِمَا اٰتَاہُ[۲۶]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص نے فلاح پالی جس نے اسلام قبول کرلیا اور بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور خدا نے اس کو اس چیز پر جو اس کو دی گئی قناعت بخشی۔

---

۲۵ مظاہر حق: ۶۸/۴

۲۶ صحیح مسلم: ۳۳۷/۱، باب فضل التعفف والصبر والقناعۃ والحث علی کل ذالک، ایچ ایم سعید

تشریح: قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہے۔ اگر قناعت نہ ہوگی تو مال کی حرص آخرت کی تیاری کے لیے اس کو فرصت نہ دے گی۔ پس اس حدیثِ پاک سے قناعت کی نعمت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد
تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریصوں کی آنکھ کا کوزہ کبھی پُر نہ ہوا اور سیپ جب تک قناعت نہیں اختیار کرتی یعنی اپنے حرص کا جب تک منہ بند نہیں کرتی اس میں موتی نہیں بنتا۔ حدیثِ مذکور میں اسلام کی نعمت کے بعد قناعت کے ذکر سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی کہ قناعت سے وقت فارغ ہوتا ہے جو آخرت کی تیاری میں استعمال ہو کر فلاحِ اُخروی کا سبب بنتا ہے۔

۱۰-وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثَلٰثٌ مَّا اَكَلَ فَاَفْنٰی اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْاَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ[۲۷]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے مال کو فخر سے کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال اس کے جمع شدہ مال سے صرف تین چیزیں ہیں: ایک تو جو اس نے کھالیا اور ختم کر دیا، دوسرے وہ جو اس نے پہن لیا اور پرانا کر کے پھاڑ دیا اور تیسرے وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ذخیرۂ آخرت بنالیا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو مال اس کا ہے وہ دوسروں کے لیے چھوڑنے والا ہے وہ اس کا نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے دنیا کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم جس کو اپنا مال سمجھتے ہیں وہ صرف تین چیزیں ہیں پھر دوسروں کے لیے چھوڑنے کے لیے کیوں آخرت تباہ کریں۔

---

۲۷ صحیح مسلم: ۲/۴۰۷، کتاب الزهد، ایچ ایم سعید

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اولاد کی فکر میں اپنی آخرت تباہ نہ کرے اور نہ دل کو مشوش اور فکر مند کرے کیوں کہ اولاد اگر نیک ہے تو خدا خود ان کی مدد کرے گا اور اگر بُری ہے تو اس کی بُرائی میں اپنے کمائے ہوئے مال سے کیوں مدد کریں کہ مرنے کے بعد بھی گناہ ملے۔

۱۱- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ [28]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ قبرستان تین چیزیں جاتی ہیں، اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اور اس کے اعمال، دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اہل وعیال اور مال اور صرف اعمال اس کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں۔ مال سے مراد غلام، لونڈی اور تکفین وتدفین کے لوازم ہیں۔

تشریح: صاحبِ مظاہر حق لکھتے ہیں کہ القبر صندوق العمل قبر عمل کا صندوق ہے۔ [29]

۱۲- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوَيَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَ بِحَقِّهٖ

۲۸؎ صحیح البخاری: ۲/۹۶۴، (۶۵۵۳)، باب سکرات الموت، المکتبۃ المظھریۃ

۲۹؎ مظاھر حق: ۴/۶۸۱

وَضَعَهٗ فِيْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ [۳۰]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مرنے کے بعد تمہارے لیے میں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں دنیا کی تروتازگی اور زینت بھی ہے جو (فتوحات حاصل ہونے کے بعد) تمہارے سامنے آئے گی، ایک شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا: کیا بھلائی اور خیر اپنے ساتھ بُرائی اور شر کو لائے گی (یعنی مثلاً فتوحات کے سلسلے میں جو مالِ غنیمت حاصل ہوگا کیا وہ بدی کو بھی ساتھ لائے گا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) خاموش ہوگئے (اور وحی الٰہی کا انتظار کرنے لگے) یہاں تک کہ ہم نے یہ خیال قائم کر لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنے چہرۂ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور پھر فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا آپ نے سائل کے سوال کو قابلِ تعریف سمجھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی بُرائی کو ساتھ نہیں لاتی (اور اس کی مثال یہ ہے کہ) بہار کا موسم جو سبزہ اُگاتا ہے (وہ بھلائی ہے اور کسی قسم کی بُرائی اس میں نہیں لیکن) وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتا ہے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ (بُرائی سبزہ میں نہیں جانور کے فعل میں ہے یعنی گھاس کھانے والے جانور نے گھاس اس طرح کھائی کہ اس کا پیٹ خوب بھر گیا اور) اس کے دونوں پہلو تن گئے (یعنی اس نے سبزہ کھانے میں حد سے تجاوز کیا اور ضرورت سے زیادہ کھا لیا جو بُرائی اور خرابی کا باعث ہوا) پھر وہ دھوپ میں بیٹھا (جانور کی عادت ہے کہ جب اس کا پیٹ اپھر جاتا ہے تو وہ دھوپ میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دھوپ کی گرمی سے پیٹ نرم ہو جائے) پتلا گوبر کیا اور پیشاب کیا (یعنی دھوپ کی گرمی نے پیٹ کو نرم کر کے پیشاب اور پاخانہ کو خارج کر دیا)

---

[۳۰] صحیح البخاری: ۱/۱۹۷-۱۹۸، (۱۴۷۲)، باب الصدقة على اليتامٰى، المكتبة المظهرية/ صحیح مسلم: ۱/۳۳۶، باب التحذير من الاغترار بزينة الدنيا وما يبسط منها، ایچ ایم سعید

اور پھر چراگاہ کی طرف لوٹ پڑا اور گھاس کو کھایا۔ (یہی حال انسان کا ہے۔ جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ بے دریغ خرچ کرتا ہے اور معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے) اور دنیا کا یہ مال سبز اور خوشگوار تروتازہ اور لذیذ ہے۔ جو شخص اس کو جائز طریقہ پر حاصل کرے اور جائز مصارف میں صَرف کرے تو یہ مال بہترین مددگار ہے، اور جو شخص اس کو ناجائز طریقہ پر حاصل کرے تو یہ مال اس کے حق میں اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا، اور یہ مال قیامت کے دن اس کا شاہد ہوگا (یعنی اس کے اسراف وغیرہ کی شہادت دے گا)۔

تشریح: دنیا کی دولت جب آتی ہے تو آدمی میں عیش اور آرام کی فکر اور آخرت سے غفلت شروع ہوتی ہے اور دل میں بڑائی اور جاہ پیدا ہوتی ہے۔ تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو دنیا کی محبت میں آلودہ نہ ہوئے، دوسرے وہ جو آلودہ ہوئے پھر توبہ کرکے پاک وصاف ہوگئے، تیسرے وہ جو بدون توبہ ناپاک اور آلودہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا مانند سانپ کے ہے اور سانپ کو لینے سے پہلے اس کا منتر سیکھنا ضروری ہے اور منتر یہ ہے کہ علم حاصل کرے کہ کہاں سے حاصل کرنا جائز ہے اور کہاں خرچ کرنا چاہیے اور وضاحت اس کی حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی کہ منتر اس کا تقویٰ ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے متقی بندے کی صحبت سے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث تائید کرتی ہے اس ارشاد کی کہ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللہَ عَزَّ وَجَلَّ۔ ''مال داری مضر نہیں اس کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔''

۱۳- عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقْرَأُ اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ قَالَ یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَهَلْ لَّكَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ[31]

---

[31] صحیح مسلم: ۲/۴۰۷، کتاب الزهد، ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت **اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ** پڑھ رہے تھے (یعنی سورۂ **اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ** جس کے معنٰی یہ ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے مال کی زیادتی پر باہم فخر کرنے کے سبب آخرت کے خیال سے بے پروا ہوگئے ہو یعنی مال کی زیادتی پر فخر کرنے کی وجہ سے تمہارے قلوب میں اندیشۂ آخرت باقی نہیں رہا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کا بیٹا میر امال میر امال کہتا رہتا ہے حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ آدم کے بیٹے! تیرے مال میں سے تجھ کو کچھ نہیں ملتا مگر صرف اتنا جتنا کہ تو نے کھایا اور خراب کر دیا، پہنا اور پھاڑ ڈالا، اور خیرات کر دیا اور آخرت کے لیے ذخیرہ کیا۔

تشریح: آدمی مال کے بڑھانے کی فکر میں آخرت کے اعمال سے غافل ہو جاتا ہے جس کے سبب پردیس کا امیر اور وطن آخرت کا قلّاش اور مفلس ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا نادانی ہو سکتی ہے! حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

۱۴- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ[۳۲]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا (دولت مندی) اسباب وسامان کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ (حقیقی) غنا دل کی دولت مندی سے ہے (دل غنی ہونا چاہیے مال ہو یا نہ ہو)۔

تشریح: اور دل کی مال داری حاصل ہوتی ہے تعلق مع اللہ کی برکت سے۔ جب بندہ خدا کا مقرب ہو جاتا ہے تو خالقِ کائنات کے قرب کی دولت کے سامنے تمام کائنات کی شان وشوکت اسے بے قدر اور ہیچ دکھائی دیتی ہے جس طرح ستاروں کی روشنی اور ان کی کثرت ایک آفتاب عالمتاب کے سامنے کالعدم ہو جاتی ہے۔

۳۲؎ صحیح البخاری: ۲/۹۵۴، (۶۴۸۳)، باب الغنٰی غنی النفس، المکتبۃ المظھریۃ/ صحیح مسلم: ۱/۳۳۶، باب التحذیر من الاغترار بزینۃ الدنیا، ایچ ایم سعید

۱۔چوں سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیبِ عدم در کشد

۲۔اگر آفتاب است یک ذرہ نیست
وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

ترجمہ۱: جب وہ سلطانِ عزت یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی جلالتِ شان کے ساتھ عارف کے قلب میں تجلیاتِ قرب عطا کرتے ہیں تو عارف کو معیتِ خاصۂ الٰہیہ کے انوار کے سامنے تمام جہاں کالعدم معلوم ہوتا ہے اور بزبانِ حال وہ کہہ اٹھتا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

ترجمہ۲: اگر آفتاب روشن ہے تو اس کے سامنے ایک ذرّۂ روشن بے قدر ہے اور اگر ہفت دریا موجود ہے تو اس کے سامنے ایک قطرہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اور بندہ خدا کا مقرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اتباع سنتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اختیار کرتا ہے اور یہ توفیق عادتاً اہل اللہ اور مشائخ و مقبولانِ بارگاہِ حق کی صحبتِ طویلہ کے فیضان سے نصیب ہوا کرتی ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اکبرؔ

صاحب مظاہرِ حق نے لکھا ہے کہ جو شخص قانع اور راضی ہے بقدرِ ضرورت پر وہ غنی ہے اس سے جو حریص ہے اور زیادہ طلبی کے لیے بے سکوں ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ”تونگری بدل ست نہ بمال“ اور ”بزرگی بعقل ست نہ بہ سال“

ترجمہ: تونگری دل سے ہے یعنی دل عالی ہمت اور عالی حوصلہ ہو تو وہ غنی ہے نہ کہ مال سے کوئی غنی ہوتا ہے اور بزرگی عقل سے ہوتی ہے نہ عمر کی زیادتی سے۔[۳۳]

اور بعضوں نے کہا کہ کمالاتِ علمیہ و عملیہ سے نفس انسان کا غنی ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور صلحا کا ترکہ علم ہے اور فرعون، قارون، ہامان اور فجار کا ورثہ مال ہے۔[۳۴]

رَضِیْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِیْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْاَعْدَاءِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ
وَاِنَّ الْعِلْمَ یَبْقٰی لَا یَزَالُ

ترجمہ: ہم حق تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہم کو علمِ دین عطا ہوا اور دشمنوں کو مال، پس تحقیق کہ مال عن قریب فنا ہونے والا ہے اور علمِ دین کی دولت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

۞۞۞۞

۳۳؎ مظاهرحق: ۲۸۲/۴

۳۴؎ مرقاة المفاتیح: ۳۶۶/۹، (۵۱۷۰)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیة، بیروت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتخاب کتاب الرقاق مشکوٰۃ شریف

فصلِ دوم

۱۵- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ ھٰؤُلَاۗءِ الْکَلِمٰتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ قُلْتُ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُّؤْمِنًا وَّاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُّسْلِمًا وَّلَا تُکْثِرِ الضِّحْکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ- رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ[۳۵]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کون ہے جو مجھ سے ان احکام کو لے جائے اور ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو اس پر عمل کرے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس طرح پانچ باتیں گنوائیں یعنی فرمایا:

۱۔ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچا جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اگر تو ان سے بچے گا تو تیرا شمار بہترین عبادت گزار لوگوں میں ہوگا۔

۲۔ جو چیز خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اس پر راضی اور شاکر رہ اگر تو ایسا کرے گا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہوگا۔

۳۔ اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کر اگر تو ایسا کرے گا تو مومنِ کامل ہوگا۔

۳۵ے جامع الترمذی: ۲/۵۶، ابواب الزھد، ایچ ایم سعید

۴۔ جو چیز تو اپنے لیے پسند کرتا ہے دوسروں کے لیے بھی پسند کر اگر ایسا کرے گا تو کامل مسلمان ہو گا۔

۵۔ اور زیادہ نہ ہنس اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

تشریح: حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے جن اعمال کو ہمارے اوپر حرام فرمایا ہے ان سے احتیاط کرنے والا بہترین عبادت گزاروں میں شمار ہو گا۔ اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو نوافل اور تسبیحات اور وظائف کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر گھروں میں تصاویر لگانے اور پائجامے ٹخنے سے نیچے کرنے اور داڑھی کٹانے یا منڈانے سے احتیاط نہیں کرتے اور اسی طرح جھوٹ، غیبت، بدنگاہی، رشوت، تکبر وغیرہ، محرمات سے نہیں بچتے- محارم سے مراد نافرمانی کرنا حکمِ شرع کی اور ترک کرنا اعمالِ ضروریہ کا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ قضا نمازوں کو ادا نہیں کرتے اور نوافل اور وظیفوں میں بہت مشغول نظر آتے ہیں اور فقراء کو خوب خیرات کرتے ہیں اور خوب مساجد میں چندہ دیتے ہیں۔ نفل کی تو فکر اور فرض سے غفلت، کس درجہ نادانی ہے! نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم بے عمل کو بھی امر بالمعروف جائز ہے۔[۳۶]

۱۶-وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ يَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَّاَسُدُّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَاكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ-رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ[۳۷]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے تو اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کر لے میں تیرے دل میں غنیٰ (بے پروائی) بھر دوں گا اور فقر واحتیاج کے سوراخوں کو بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو (دنیا کے) مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقر وافلاس کے سوراخوں کو بھی بند نہ کروں گا۔

۳۶؎ مظاہر حق: ۴/۶۸۳، ۶۸۴

۳۷؎ مسند احمد: ۲/۴۷۵ (۸۶۸۱) / سنن ابن ماجة: ۳۱۲ باب الهم بالدنيا

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا میں چین اور آرام اور سکون والی زندگی اسی وقت مل سکتی ہے جب بندہ اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے وقت کو فارغ کرے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو دنیا کی ہوس اور فکر سے ہر وقت اس کی زندگی تلخ رہے گی اور ملے گا اتنا ہی جتنا قسمت میں ہے۔

۱۷-وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَعْدِلْ بِالرِّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۳۸]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عبادت اور اطاعتِ الٰہی میں کوشش کا ذکر کیا ایک شخص نے پرہیز گاری کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کو (یعنی عبادت اور اطاعت میں کوشش کرنا) پرہیز گاری کے مساوی نہ ٹھہرا (یعنی پرہیز گاری بڑی چیز ہے)۔

تشریح: تقویٰ کے ساتھ تھوڑی عبادت سے بھی بڑی برکت ہوتی ہے اور کثرتِ عبادت کے ساتھ گناہوں کی بھی عادت سے بڑی بے برکتی رہتی ہے اسی لیے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک گناہ کی عادت کو ترک کردینا لاکھوں تہجد کی نمازوں سے افضل ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اولیاء وہی ہیں جو متقی ہیں۔ گناہوں کی عادت اور اصرار کے ساتھ کوئی شخص صاحبِ نسبت (یعنی ولی اللہ) نہیں ہوسکتا۔ ولایت اور فسق میں تضاد ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لیے ایمان کے ساتھ تقویٰ کا حصول بھی ضروری ہے جو عادتاً متقین کاملین کی صحبت کے فیضان سے حاصل ہوا کرتا ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

۳۸؎ جامع الترمذی: ۸۷/۲، ابواب صفة القیٰمة، ایچ ایم سعید

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
(اکبر الٰہ آبادی)

۱۸-وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا [۳۹]

ترجمہ: حضرت عمرو بن اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت شمار کرو: ۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ ۲) بیماری سے پہلے صحت کو۔ ۳) افلاس سے پہلے خوش حالی کو۔ ۴) مشاغل سے پہلے فراغت کو۔ ۵) موت سے پہلے زندگی کو۔ [۴۰]

تشریح: غنیمت شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو لہو ولعب اور فضول غیر مفید کاموں میں ضایع نہ کیا جاوے یعنی اپنی جوانی، صحت، خوش حالی، فراغ اور زندگی کی نعمت کو قبل اس کے کہ بڑھاپا، بیماری، افلاس، مشاغل، موت ان نعمتوں کو ہم سے چھین لیں، ان لمحات میں اعمالِ صالحہ سے آخرت کا ذخیرہ کر لیا جاوے۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں عبادت کو بھی دل چاہے گا تو جوانی جیسی طاقت کہاں سے لائے گا، اسی طرح اگر چہ بیماری میں زیادہ خدا یاد آتا ہے لیکن عبادت کی طاقت نہیں رہتی، دل کی حسرت دل میں رہے گی، اسی طرح افلاس میں دل تو معاش کی فکر میں مبتلا رہے گا، خدا کی عبادت کی فرصت کو دل ترسے گا، اسی طرح مشاغل سے پہلے فراغ اور موت سے پہلے زندگی کی نعمت کو قیاس کر لیا جاوے۔

۳۹؎ شعب الایمان للبیهقی: ۱۲/۴۷۶، (۹۷۶۷)، مکتبة الرشد

۴۰؎ المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۴/۳۴۱، (۷۸۴۶)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیة، بیروت- شرح السنة للبغوی: ۱۴/۲۲۳-۲۲۴، (۴۰۲۱)، کتاب الرقاق، المکتب الاسلامی

۱۹-وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّا غِنًی مُّطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يُّنْتَظَرُ اَوِالسَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ-رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ[۴۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دولت مندی اور تونگری کا انتظار کرتا رہتا ہے جو گناہ گار کرنے والی ہے یا افلاس کا انتظار کرتا رہتا ہے جو خدا کو بھلا دینے والا ہے (دولت کی قدر نہ کرکے اس کو ضایع کردینا گویا افلاس کا انتظار کرنا ہے) یا بیماری کا انتظار کرتا ہے (یعنی صحت کی قدر نہ کرنے کے سبب) جو بدن کو خراب وتباہ کردینے والی ہے یا بڑھاپے کا انتظار کرتا ہے جو بدحواس وبے عقل بنادیتا ہے یا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے جو ناگہاں اور جلد آنے والی ہے یا دجال کا انتظار کرتا ہے جو بُرا غائب ہے جس کا انتظار کرتا رہتا ہے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے جو سخت ترین اور تلخ ترین حوادث میں سے ہے۔

تشریح: یعنی اس انتظار اور آج کل کے وعدوں میں انسان آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے، اسی لیے حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ اور طاعات کے لیے سکون اور اطمینان کا انتظار نہ کرو۔ جس حالت میں بھی ہو فوراً خدا کی یاد میں لگ جاؤ کہ یادِ خدا ہی سے تو اطمینان نصیب ہوگا اور تم یادِ خدا کو اطمینان کے انتظار میں موقوف کیے ہوئے ہو، یہ کس درجہ نادانی ہے! ذکر ہر حالت میں مفید ہے خواہ تشویشِ قلب کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

گفت قطب شیخ گنگوہی رشید
ذکر را یابی بہ ہر حالت مفید

---

[۴۱] جامع الترمذی:۲/۵۶-۵۷،باب ماجاء فی المبادرة بالعمل،ایچ ایم سعید/المستدرك علی الصحیحین للحاکم:۴/۳۵۶،(۷۹۰۶)،کتاب الرقاق،دار الکتب العلمیة،بیروت/شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۲۴، (۴۰۲۲)،کتاب الرقاق،المکتب الاسلامی

ترجمہ: یہ احقر کی مثنوی کا شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے کہ ذکر کو خواہ سکون میں ہو یا بے سکون ہر حالت میں مفید پاؤ گے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ماضی و مستقبلت پردہ خدا ست

یعنی سالک کو ماضی کا غم اور مستقبل کا اندیشہ اصلاحِ حال سے محروم کر دیتا ہے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ماضی کے گناہوں سے ایک مرتبہ دل سے توبہ کرکے پھر بار بار اسی کی یاد میں نہ لگا رہے، بندہ خدا کی یاد کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گناہوں کی یاد کے لیے، اسی طرح مستقبل کا اندیشہ کہ جب پھر گناہ ہو جائے گا تو اس توبہ سے فائدہ ہی کیا، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں حجاب ہیں، آیندہ کے لیے صرف پختہ ارادہ گناہ نہ کرنے کا کافی ہے، اور اگر ہو گیا تو پھر توبہ سے اس کی تلافی کا راستہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ آیندہ کا انتظار کہ کیا ہو گا نہ چاہیے، جس حالت میں سانس لے رہا ہے اس سانس کو اعمالِ صالحہ میں لگائے اور گناہوں سے بچائے، حال کو درست رکھے اور آج کا کام کل پر نہ ٹالے ؎

نیست فردا گفتن از شرطِ طریق

اعمال کو کل پر ٹالنا خلافِ طریق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کے اُصول کے خلاف ہے۔ اس حدیث شریف میں اسی بیماری کا علاج ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ مفلس ہیں وہ مال داری کے انتظار میں اعمالِ آخرت کی طرف اپنے کو مشغول نہیں کرتے اور جو مال دار ہیں وہ افلاس کے انتظار میں ہیں یعنی دولت کو گناہوں یا فضول کاموں میں اُڑا رہے ہیں حالاں کہ اس دولت سے ذخیرۂ آخرت کر سکتے تھے اسی طرح صحت کو نافرمانیوں یا غفلتوں میں ضایع کرتے ہیں گویا بیماری کا انتظار کر رہے ہیں آخرت کے اعمال کے لیے۔ اسی طرح جوانی کو رائیگاں کر رہے ہیں بڑھاپے کے انتظار میں اور زندگی کو ضایع کر رہے ہیں موت کے انتظار میں اور باقی مضمون کو اس تشریح پر قیاس کر لیا جاوے۔ انتظار کرنے کا عنوان ڈانٹ اور تنبیہ کے لیے ہے کہ غفلت کا پردہ چاک ہو۔

۲۰-وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[۴۲]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے، مگر ذکرِ الٰہی اور وہ اعمال جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور علمِ دین کے عالم اور علم سیکھنے والے۔

تشریح: لعنت کا مفہوم اور معنٰی اصطلاحِ شرع میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کے ہیں۔ پس ''دنیا ملعون ہے'' کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو چیزیں ذکر سے قریب کرنے والی ہیں۔ مثلاً ذکر کرنا انبیاء اور اولیاء اور صلحاء اور اعمالِ صالحہ اور دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کا اور بقدرِ ضرورت معاش کے حاصل کرنے میں مصروف ہونا، اسی طرح دین سیکھنے والے اور سکھانے والے بھی مستثنیٰ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ذکرِ حق اور مقدماتِ ذکرِ حق مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات:۳۱/۹)

۲۱- وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَّا سَقٰی کَافِرًا مِّنْھَا شَرْبَۃً- رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[۴۳]

ترجمہ: حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

تشریح: چوں کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر تھی اس لیے کفار اور فجار کو دنیا خوب

---

۴۲ جامع الترمذی:۲/۵۸،باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ایچ ایم سعید

۴۳ جامع الترمذی:۲/۵۸،باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ:۴۳۹، (۴۱۱۲)، باب مثل الدنیا، المکتبۃ الرحمانیۃ

دیتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ لَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً[۴۴] ...الخ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے انسان کافر ہو جاتے تو کافروں کے گھروں کی چھت کو ہم چاندی کی کر دیتے۔

دنیا جب اس درجہ بے وقعت ہے پھر اس کے لیے اپنے مولیٰ اور مالک حق تعالیٰ کو ناراض کرنا کس درجہ نادانی ہوگی! نیز اگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ڈھیل دینے کے لیے دنیا کی چند روزہ بہار دے دی ہے تو کافروں کی اس دنیا کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہیے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىھُمْ جَھَنَّمُ[۴۵] یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے چند روزہ بہار ہے پھر انجام کار ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے وہ نعمت نہیں ہے بلکہ عذاب ہے لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا[۴۶] تاکہ عذاب دے اللہ تعالیٰ ان کو ان کی دنیا سے ان کی دنیاوی زندگی میں۔

اگر بادشاہ پھانسی کے ملزم کو ایک ماہ کے لیے مہلت دے اور اس مہلت کے زمانے میں خوب اس کو سامانِ عیش دے دے تو کیا کوئی عقل منداس کے عیش پر لالچ کر سکتا ہے؟ بادشاہ ہارون رشید کے صاحبزادے نے جو انتہائی زاہدانہ زندگی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو رہا تھا یہ دو شعر اپنے رفیق ابو عامر بصری کو بطور وصیت کے سنائے تھے۔

یَا صَاحِبِیْ لَاتَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمِیْ
فَالْعُمْرُ یَنْفَدُ وَالنَّعِیْمُ یَزُوْلُ
فَاِذَا حَمَلْتَ اِلَی الْقُبُوْرِ جَنَازَۃً
فَاعْلَمْ بِاَنَّکَ بَعْدَھَا مَحْمُوْلُ

ترجمہ: اے ساتھی! دنیا کی نعمتوں سے دھوکا نہ کھانا، عمر ایک دن ختم ہونے والی ہے اور نعمتیں تم سے ختم یا جدا ہونے والی ہیں۔

---

[۴۴] الزخرف:۳۳
[۴۵] اٰل عمرٰن:۱۹۷
[۴۶] التوبۃ:۵۵

اور جب تم کسی جنازہ کو قبرستان لے جارہے ہو تو یقین کرلینا کہ تم آج اٹھانے والے ہو اور کل تم اٹھائے جاؤ گے۔

نظیر اکبر آبادی کے دو شعر بھی عجیب عبرت ناک ہیں ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطر بدن تھا مبیّض کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

۲۲-وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا-رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان [۴۷]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضیعت کو اپنے لیے ضروری ولازم نہ جانو کہ وہ دنیا کی طرف رغبت کا سبب بن جائے۔

تشریح: ضَيْعَتْ بِالْفَتْحِ حِرْفَةُ الرَّجُلِ وَصَنَاعَتُهٗ (آدمی کا پیشہ اور صناعت) اور باغ و کھیتی اور گاؤں۔ مراد جائیداد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جائیداد خریدنے اور بنانے میں اتنا غلو اور انہماک نہ کرے جس سے آخرت کی طرف سے غفلت اور بے پروائی پیدا ہونے لگے۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ)

صاحب مظاہر حق نے یہ شعر لکھا ہے [۴۸] ؎

گرت مال وجا ہست و زرع و تجارت
چوں دل باخدا یست خلوت نشینی

---

[۴۷] جامع الترمذی: ۵۹/۲، باب ماجاء فی ھم الدنیا وحبھا، ایچ ایم سعید/شعب الایمان للبیھقی: ۱۳/۲۹-۳۰-۳۱، (۹۹۰۶)، مکتبۃ الرشد/شرح السنۃ للبغوی: ۲۳۷/۱۴، (۴۰۳۶)، باب التجافی عن الدنیا، المکتب الاسلامی

[۴۸] مرقاۃ المفاتیح: ۳۷۴/۹، (۵۱۷۸)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، مظاہرِ حق: ۶۸۹/۴

ترجمہ: اگر جاہ اور مال اور کھیتی اور تجارت کے ہوتے ہوئے دل اللہ کے ساتھ ہے تو یہ شخص خلوت نشین اور باخدا ہے اور اس کی یہ دنیا اس کی آخرت کے لیے مضر نہیں ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ... اَلْاٰيَة[۴۹] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردانِ خدا وہ ہیں جن کو بڑی سے بڑی تجارت اور نہ چھوٹی تجارت اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ آخرت کے ہولناک مناظر کے خوف سے۔

۲۳- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰی عَلٰی مَا يَفْنٰی- رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۵۰]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دنیا کو عزیز و محبوب رکھتا ہے (اس قدر محبوب رکھنا کہ اللہ کی محبت پر غالب آجائے) وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے، پس تم اس چیز کو اختیار کرلو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔

تشریح: ہر عاقل دنیا اور آخرت کی فکر اور تیاری اور محنت دونوں مقامات میں رہنے کے زمانے میں غور کرکے توازن قائم کرسکتا ہے کہ کہاں کتنا رہنا ہے۔ دنیا کی محبت مطلق مذموم نہیں بلکہ اس شرط سے دنیا کی محبت بُری ہے کہ وہ آخرت پر غالب آجائے۔ مثنوی شریف میں دنیا اور آخرت کے امتزاج کو اس طرح سمجھایا گیا ہے ؎

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

---

۴۹ النور:۳۷

۵۰ شعب الایمان للبیھقی:۱۲/۵۳۸-۵۳۹(۹۸۵۴)الزھد وقصر الامل، مکتبۃ الرشد/ مسند احمد: ۳۲/۴۷۰(۱۹۶۹۷)، مؤسسۃ الرسالۃ/ شرح السنۃ للبغوی:۱۴/۲۳۹(۴۰۳۸)، باب التجافی عن الدنیا، المکتب الاسلامی

ترجمہ: اگر پانی کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کے چلنے کا وہی ذریعہ بھی ہوتا ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جاوے تو اس کو ڈبونے کا بھی وہی ذریعہ بنتا ہے۔ پس دنیا اگر آخرت کی کشتی کے نیچے رہے تو وہی دنیا دین کی مددگار بن جاتی ہے اور اگر دنیا کی محبت دل کے اندر گھس جاوے (یعنی آخرت کی کشتی کے اندر) تو آخرت کو تباہ کر دیتی ہے۔

۲۴-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ-رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۵۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کی گئی درہم و دینار کے بندے پر۔

تشریح: درہم اور دینار کے بندے پر لعنت سے مراد یہ ہے کہ بندہ مال وزر دولت سمیٹنے کی خاطر نماز، روزہ اور جملہ اعمالِ خیر سے غفلت اور حلال و حرام کی پروانہ کرنے کے سبب حق تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر تقویٰ کے ساتھ دولت ہو تو کوئی مضایقہ نہیں۔ کَمَا هُوَ فِی الْحَدِیْثِ بِرِوَایَةِ اَحْمَدَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللهَ عَزَّوَجَلَّ مال داری مضر نہیں اس کے لیے جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہل صوفیا جو متقی مال داروں کو بھی دنیادار سمجھتے ہیں اور ان کو کسبِ معاش سے روکتے ہیں سخت غلطی پر ہیں۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

کسبِ دنیا تو کر ہوس کم کر
اس پہ تو دین کو مقدم کر

۲۵-وَعَنْ کَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ-رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ[۵۲]

---

۵۱ جامع الترمذی: ۶۲/۲، ابواب الزھد، ایچ ایم سعید

۵۲ جامع الترمذی: ۶۲/۲، ابواب الزھد، ایچ ایم سعید/ سنن الدارمی: ۱۷۹۵/۳، (۲۷۷۲)، باب ماذئبان جائعان، دار المغنی للنشر والتوزیع/شرح السنۃ للبغوی: ۲۵۸/۱۴، (۴۰۵۴)، باب ما یتقی من فتنۃ المال، المکتب الاسلامی

ترجمہ: حضرت کعب ابنِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت پر دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔

تشریح: انسان کو عزت اور مال کی لالچ اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے، اور جس شخص کا بھی دین تباہ ہوا ہے اگر اس کی تحقیق کی جاوے تو یہی دو سبب نکلیں گے، عزازیل کی گمراہی کا سبب عزت کی حرص تھی، حُبِّ جاہ نے سجدۂ آدم علیہ السلام سے اس کو روک دیا اور شیطان ہو گیا، قارون کو اس کے حرصِ مال نے گمراہ کیا۔ ان دونوں بیماریوں کا علاج بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضری اور ان سے اپنے حالات کی اطلاع کر کے ان کے ارشادات اور ہدایات پر کچھ مدت تک عمل کرنا ہے، اور جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو اور سنت کی اتباع نہ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھنا بھی گمراہی اور گناہ ہے۔

۲۶- وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَّفَقَةٍ اِلَّا اُجِرَ فِيْهَا اِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۵۳]

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جو کچھ (اپنی زندگی کو قائم رکھنے پر) خرچ کرتا ہے اس کو اس کا ثواب دیا جاتا ہے مگر اس خرچ پر جو اس مٹی میں کیا جائے۔ (یعنی بلا ضرورت و حاجت مکان بنانے میں کوئی ثواب نہیں ملتا)

تشریح: رہائش کی ضرورت یا کرایہ کی آمدنی کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے سب پر ثواب ملتا ہے البتہ بدون ضرورت محض شان دکھانے اور لوگوں پر فخر جتانے کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے، اور مسجد اور دینی مدرسہ کی عمارت بنانا مستحسن اور مستحب ہے۔

۵۳؎ جامع الترمذی: ۲/۷۵، ابواب صفة القيمة، ايچ ايم سعيد/سنن ابن ماجة: ۳۰۴/۳۰۴، ۴۱۶۳، باب فی البناء والخراب، المكتبة الرحمانية

۲۷-وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّفَقَۃُ کُلُّھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَیْرَ فِیْہِ-رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ[۵۴]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مصارف (زندگی) راہِ خدا میں (خرچ کرنے کے برابر) ہیں مگر مکانوں اور عمارتوں پر (جو بلا ضرورت وحاجت بنائی جائیں) خرچ کرنا کہ اس میں کوئی نیکی اور ثواب نہیں ہے۔

تشریح: چوں کہ مکان بناتے وقت اکثر ضرورت کے درجہ پر صبر نہیں ہوتا آدمی فخر اور جاہ کے لیے ضرورت سے زائد بناڈالتا ہے اس لیے اس اسراف پر یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

۲۸- وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا وَّنَحْنُ مَعَہٗ فَرَاٰی قُبَّۃً مُّشْرِفَۃً فَقَالَ مَا ھٰذِہٖ قَالَ اَصْحَابُہٗ ھٰذِہٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَکَتَ وَحَمَلَھَا فِیْ نَفْسِہٖ حَتّٰی لَمَّا جَاءَ صَاحِبُھَا فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فِی النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ صَنَعَ ذٰلِکَ مِرَارًا حَتّٰی عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِیْہِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْہُ فَشَکٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُنْکِرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰی قُبَّتَکَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰی قُبَّتِہٖ فَھَدَمَھَا حَتّٰی سَوَّاھَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمْ یَرَھَا قَالَ مَافَعَلَتِ الْقُبَّۃُ قَالُوْا شَکٰی اِلَیْنَا صَاحِبُھَا اِعْرَاضَکَ فَاَخْبَرْنَاہُ فَھَدَمَھَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاءٍ وَّبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَالَا یَعْنِیْ اِلَّا مَالَا بُدَّ مِنْہُ-رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ[۵۵]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۵۴] جامع الترمذی:۲/۷۵،ابوابُ صِفَۃِ الْقِیٰمَۃِ،ایچ ایم سعید

[۵۵] سنن ابی داؤد:۲/۳۵۴-۳۵۵،باب فی البناء،ایچ ایم سعید

نے ایک مقام پر ایک بلند قبہ دیکھا اور (تحقیر کے لہجہ میں) فرمایا: کیا ہے یہ گنبد۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ فلاں انصاری نے بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) خاموش رہے اور بات کو دل میں مخفی رکھا یہاں تک کہ گنبد بنانے والا آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، کئی مرتبہ ایسا ہوا (یعنی اس نے سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا) یہاں تک کہ اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر غصہ کے آثار محسوس کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پھیر لینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کو معلوم کر لیا، اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکایت کی اور کہا: خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آپ سے غضب میں پاتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لائے اور تیرے قبہ کو دیکھ کر غضب ناک ہو گئے وہ شخص قبہ کی طرف گیا اور اس کو گرادیا یہاں تک کہ زمین کے برابر کر دیا۔ پھر اس واقعہ کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ادھر تشریف لے گئے اور قبہ کو نہ پا کر فرمایا: وہ گنبد کیا ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: قبہ بنانے والے نے ہم سے آپ کی نفرت کی شکایت کی، ہم نے اس کو واقعہ سے آگاہ کر دیا پس اس نے قبہ کو ڈھادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے (یعنی موجبِ عذاب ہے) مگر وہ عمارت جس سے چارہ نہ ہو۔ (یعنی جس کے بغیر زندگی گزارنی ناممکن ہو)

تشریح: محض تفاخر اور تعیش کے لیے عمارت بنانا جو ضرورت سے زائد ہو آخرت کے لیے وبال ہے۔ یہاں جس قبہ کا ذکر ہے وہ دراصل ضروریاتِ زندگی سے زائد تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے لیے ایسے امور کو کب پسند فرما سکتے تھے جو ان کی بلندئ مرتبت فی الدین کے منافی ہوں؟ آخرت کے لیے جو عمارتیں بنائی جائیں مثلاً مساجد، مدارسِ دینیہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔[۵۶]

---

۵۶ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۷۹، (۵۱۸۴)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت/ مظاہر حق: ۴/۶۹۳

۲۹- وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ ابْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ ابْنِ عُتْبَدٍ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِيْفٌ[۵۷]

ترجمہ: حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو وصیت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اموالِ دنیا میں سے تیرے لیے ایک خادم اور خدا کی راہ میں سوار ہونے کے لیے ایک سواری کافی ہے۔ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں ''عتبد'' دال کے ساتھ ہے یہ تصحیف ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کس درجہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں کے حقوق کی رعایت بیان فرمائی ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

یعنی خادم اور سواری کی گنجائش اوراجازت دے دی گئی تاکہ جہاد یا حج یا طلبِ علم کے لیے سفر کرنا آسان ہو۔ اور مراد بقدرِ ضرورت پر قناعت کرنے کی تعلیم ہے۔

۳۰- وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰی هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٍ يَّسْكُنُهٗ وَثَوْبٍ يُّوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفِ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۵۸]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان چیزوں کے سوا آدم کے بیٹے کا کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے: ۱) رہنے کے

[۵۷] جامع الترمذی: ۲/۵۸، باب ماجاء فی هم الدنیا وحبها، ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجة: ۴۳۸-۴۳۹، (۴۱۰۳)، باب الزهد فی الدنیا، المکتبة الرحمانیة/سنن النسائی: ۲/۳۰۱، باب اتخاذ الخادم والمرکب/ مسند امام احمد ابن حنبل: ۳۷/۱۶۸، (۲۲۴۹۶)، مؤسسة الرسالة

[۵۸] جامع الترمذی: ۲/۵۹، باب فی الزهادة فی الدنیا، ایچ ایم سعید

لیے گھر۔ ۲) تن ڈھانکنے کو کپڑا۔ ۳) خشک روٹی۔ ۴) اور پانی۔

تشریح: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ جو شخص مذکورہ حلال نعمتوں پر اکتفا کرے گا اس سے قیامت کے دن حساب ان کے متعلق نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ نفس کے حقوقِ ضروریہ سے ہیں، اور جو ان کے علاوہ حظوظ اور لذتوں کا سامان مہیا کرے گا ان کے متعلق سوال ہوگا اور ان کے شکر کا مطالبہ ہوگا۔[۵۹]

۳۱- وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ[۶۰]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو کوئی ایسا عمل بتائیے کہ میں جب اس کو کروں تو خدا اور خدا کے بندے مجھ سے محبت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی طرف رغبت نہ کر خدا تجھ سے محبت کرے گا اور اس چیز کی خواہش نہ کر جو لوگوں کے پاس ہے یعنی جاہ و دولت، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

تشریح: بزرگوں نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کے راستے کا پہلا قدم زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی ہے۔ پس جس کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے دل کو دنیا سے اچاٹ (بے رغبت) کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا ترک کر دیتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا اس کے گرد و پیش ہوتی ہے اس کے دل میں نہیں ہوتی۔ دل اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دیتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ کو دل دے دینا اور اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کو جسم دے دینا یعنی جسم کو احکامِ شرع کے تابع کر دینا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کا خاص ہو جاتا ہے وہ لوگوں کی جاہ اور دولت سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ جس کے سبب محبوب عند الخالق ہو جاتا

---

۵۹ مرقاۃ المفاتیح: ۳۸۰/۹، (۵۱۸۶)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۰ سنن ابن ماجۃ: ۴۳۸، (۴۱۰۲)، باب الزھد فی الدنیا، المکتبۃ الرحمانیۃ / شرح السنۃ للبغوی: ۲۳۸/۱۴، (۴۰۳۷)، باب التجافی عن الدنیا، المکتب الاسلامی

ہے اور عند الخلق بھی۔ صاحبِ مظاہرِ حق لکھتے ہیں کہ زہدِ کامل یہ ہے کہ دنیا پاس ہو اور پھر بھی اس کی طرف رغبت نہ کرے۔ حضرت علامہ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا یَا زَاهِدُ۔ آپ نے فرمایا کہ میں زاہد نہیں ہوں، زاہد تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ دنیا ان کے پاس چلی آتی تھی اور وہ دنیا کو منہ نہ لگاتے تھے اور ہم کس چیز میں زہد کریں گے۔

۳۲- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا- رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۶۱]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر سوئے، سو کر اٹھے تو آپ کے جسم پر بوریے کے نشان تھے، ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ہم کو حکم دے دیتے تو ہم آپ کے لیے فرش بچھا دیتے اور کپڑے بنا دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ کو دنیا سے کیا مطلب۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سایہ سے فائدہ اٹھالے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔

تشریح: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں: اگر "ما" نفی کے لیے ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ نہیں ہے مجھے اُلفت دنیا سے اور نہ دنیا کو مجھ سے کہ میں رغبت کروں دنیا کی طرف یا جمع کروں دنیا، اور اگر "ما" استفہامیہ ہے تو مفہومِ حدیث یہ ہوگا کہ وہ کیا شے ہے جس کے سبب میں دنیا سے محبت اور اُلفت کروں یا دنیا مجھ سے کرے، کیوں

---

[۶۱] جامع الترمذی: ۶۳/۲، ابواب الزھد، ایچ ایم سعید بالمعنی / سنن ابن ماجۃ فی سننہ: ۴۳۹، (۴۱۰۹)، باب مثل الدنیا، المکتبۃ الرحمانیۃ / شعب الایمان للبیہقی: ۴۶/۱۳-۴۷، (۹۹۳۰)، مکتبۃ الرشد / مسند احمد: ۲۴۱/۶، (۳۷۰۹)، مؤسسۃ الرسالۃ / شرح السنۃ للبغوی: ۲۳۶/۱۴، (۴۰۳۴)، باب التجافی عن الدنیا، المکتب الاسلامی

کہ میں طالب الآخرۃ ہوں اور دنیا آخرت کے لیے مثل سوتن کے ہے اور ضد ہے اس کی۔

۳۳-وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِیَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوۃِ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَایُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ وَکَانَ رِزْقُہٗ کَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ نَقَرَ بِیَدَیْہِ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ قَلَّتْ بَوَاکِیْہِ قَلَّ تُرَاثُہٗ-رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[۶۲]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک میرے دوستوں میں قابلِ رشک وہ مومن ہے جو نہایت سبک ہو دنیا کے مال اور خیال سے، خوش نصیب ہو نماز کے اعتبار سے، اپنے پروردگار کی عبادت خوبی کے ساتھ کرتا ہو اور مخفی طریقہ پر طاعتِ الٰہی میں مشغول ہو۔ لوگوں میں گم نام ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جائے، اس کی روزی صرف کفایت کے درجہ کی ہو، اسی پر وہ صابر اور قانع ہو۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹکی بجائی اور پھر فرمایا: جلدی کی گئی اس کی موت میں، کم ہیں اس کی رونے والی عورتیں اور حقیر ہے میراث اس کی۔

تشریح: ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ سبکسار مردم سبکتر روند، ہلکے پھلکے آدمی جو سامانِ سفر زیادہ نہ رکھتے ہوں بآسانی سفر ہلکے پھلکے طے کرتے ہیں۔ پس انسان دنیا میں مسافر ہے۔ جس قدر اسباب اور تعلقات کے بوجھ سے ہلکا ہو گا، آخرت کے اعمال کے لیے وقت فارغ ہو گا اور روح بھی آسانی سے نکلے گی۔ اور انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے جاہ اور شہرت کا ارادہ نہ کرے اور نہ امتیازی شان بنائے اس کے باوجود اگر حق تعالیٰ شانہٗ جاہ اور شہرت عطا فرمادیں تو وہ مضر نہیں بلکہ

[۶۲] جامع الترمذی:۲/۶۰،باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ فی سننہ:۴۴۰، (۴۱۱۶)،باب من لا یؤبہ لہ،المکتبۃ الرحمانیۃ/مسند احمد:۳۶/۴۹۸،(۲۲۱۶۷)،مؤسسۃ الرسال

اشاعتِ دین میں معین ہے۔ (از ملفوظات حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۴- عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ [۶۳]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس کو دوست رکھتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مومن کو جلد ملنے والی بشارت ہے۔

۳۵- وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَّاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُّکَ وَشَکَرْتُکَ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ [۶۴]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے میرے سامنے اس بات کو پیش کیا کہ وہ میرے لیے مکہ کے سنگ ریزوں کو سونا بنادے میں نے عرض کیا: نہیں اے پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں، جب میں بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی وزاری کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو تیری تعریف اور تیرا شکر کروں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں اُمت کے لیے فقر اور قناعت کی تعلیم ہے اور یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ فقر افضل ہے غنا سے۔ [۶۵]

---

[۶۳] صحیح مسلم: ۳۳۲/۲، باب اذا اثنی علی الصالح فھی بشری ولا تضرہ، ایچ ایم سعید

[۶۴] جامع الترمذی: ۶۰/۲، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، ایچ ایم سعید/مسند احمد: ۵۲۸/۳۶، (۲۲۱۹۰)، مؤسسۃ الرسالۃ

[۶۵] مظاہر حق: ۶۹۷/۴-۶۹۸

۳۶- وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ[۶۶]

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو، بدن درست ہو یعنی صحت اچھی ہو، ایک دن کھانے کا سامان اس کے پاس ہو تو گویا اس کے لیے دنیا کی نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں اور ساری دنیا اس کو دے دی گئی ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذکورہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے خدائے تعالیٰ کا شکر بجالائے اور طاعت میں لگا رہے۔

۳۷-وَعَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامَلَأَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّامِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَثُلُثٌ لِّنَفَسِهٖ-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۶۷]

ترجمہ: حضرت مقدام ابنِ معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہیں بھرا (جب کہ پیٹ کو خوب بھرا جائے اور اس سے دینی ودنیاوی خرابیاں پیدا ہوں) آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں، اور اگر پیٹ بھرنا ہی ضروری ہو تو چاہیے کہ پیٹ کے تین حصے کرے: ایک حصے میں کھانا دوسرے حصے میں پانی اور تیسرا حصہ سانس (کی آمد ورفت) کے لیے۔

تشریح: زیادہ کھانے سے عبادت میں سستی پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی خواہش بڑھتی ہے

---

[۶۶] جامع الترمذی:۲/۶۰،ابواب الزھد،ایچ ایم سعید/جامع الاصول فی احادیث الرسول:۱۰/۱۳۵، (۷۶۱۲)، الکتاب الثانی فی القناعۃ والعفۃ،مکتبۃ الحلوانی

[۶۷] جامع الترمذی:۲/۶۳،باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ:۲۷۳-۲۷۴، (۳۳۴۹)،باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع،المکتبۃ الرحمانیۃ

اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے اس لیے اس پر اُمت کو تنبیہ فرمائی۔

۳۸- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَّتَجَشَّأُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَاءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِی الدُّنْیَا- رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ[۶۸]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سنا تو فرمایا، اپنی ڈکار کو کوتاہ اور مختصر کر یعنی ڈکار نہ لے اس لیے کہ قیامت کے دن بڑی بھوک رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔

تشریح: اس شخص کا نام وہب بن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا اور اس وقت نابالغ تھے۔ اس نصیحت کے بعد انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کبھی نہ کھایا حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ رات کو کھاتے تو صبح کو نہ کھاتے اور صبح کو کھاتے تو رات کو نہ کھاتے۔[۶۹]

۳۹- وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِیَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِی الْمَالُ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۷۰]

ترجمہ: حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہر قوم اور ہر اُمت کے لیے ایک فتنہ ہے (یعنی ہر قوم خدا کی طرف سے کسی چیز کے فتنے میں ڈال کر آزمائی جاتی ہے) اور میری اُمت کا فتنہ (یعنی خدا کی آزمایش) مال ہے۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ میری اُمت کو مال اس لیے دیتے ہیں کہ امتحان کریں بندوں کا کہ مال داری میں دین پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔[۷۱]

---

۶۸ جامع الترمذی:۲/۷۴-۷۵، ابواب صفة القیٰمة، ایچ ایم سعید/شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۵۰، باب القناعة بالقلیل من الدنیا، المکتب الاسلامی

۶۹ مظاہر حق:۴/۱۰،

۷۰ جامع الترمذی:۲/۵۹، باب ماجاء ان فتنة هٰذه الامة فی المال، ایچ ایم سعید

۷۱ مظاہر حق:۴/۱۰،

۴۰- وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ [۲۷]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: آدم کا بیٹا قیامت کے دن (اس طرح) لایا جائے گا گویا کہ بکری کا بچہ ہے پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: میں نے تجھ کو زندگی عطا کی تھی، میں نے تجھ کو لونڈی، غلام اور مال و دولت دیا تھا اور میں نے تجھ پر انعام کیا تھا (یعنی کتاب اور اپنے رسول تیری ہدایت کے لیے بھیجے تھے) پس تو نے کیا کام کیا؟ آدمی کہے گا: اے پروردگار! میں نے مال کو جمع کیا اس کو تجارت وغیرہ سے بڑھایا اور اس سے زیادہ دنیا میں اس کو چھوڑ آیا جتنا کہ وہ تھا، مجھ کو دنیا میں پھر بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں (یعنی دنیا میں جا کر اس کو خیرات کردوں) پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ جو مال کہ تو نے آگے بھیج دیا ہے (یعنی آخرت کے لیے) اس کو دکھلا۔ وہ جواب میں کہے گا: اے پروردگار! میں نے مال کو جمع کیا بڑھایا اور اس سے زیادہ تعداد میں دنیا کے اندر چھوڑ آیا جتنا کہ وہ تھا، تو مجھ کو دنیا میں بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں۔ آخر وہ ایک ایسا بندہ ثابت ہوگا جس نے آخرت میں کچھ ذخیرہ نہ کیا ہوگا اور اس کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

تشریح: پس معلوم ہوا کہ نعمتِ حقیقی وہ ہے جو آخرت کی سعادت اور کامیابی کا سبب بن جاوے۔ اور جس نعمت کے غلط استعمال سے آخرت تباہ ہو تو وہ نعمت اس کے حق

---

[۲۷] جامع الترمذی: ۲/۶۸، ابواب صفة القیٰمة، ایچ ایم سعید

میں نعمت نہیں، اس کو نعمت سمجھنا غلط ہے۔[۳]

۴۱- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُسْئَلُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ النَّعِیْمِ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِیْكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۴]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندے سے نعمتوں کے متعلق جو پہلا سوال کیا جائے گا وہ یہ ہو گا کیا ہم نے تجھ کو صحت عطا نہیں کی اور ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب نہیں کیا۔

تشریح: صحت اور ٹھنڈا پانی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں اشرف علی! پانی جب پیا کرو ٹھنڈا پیا کرو کہ ہر بُنِ مُو سے شکر نکلتا ہے۔ ایک بادشاہ جنگل میں پیاسا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ یا بزرگ بھیجا، انہوں نے کہا: ایک پیالہ پانی دوں گا کیا انعام دو گے؟ بادشاہ نے کہا: آدھی سلطنت دوں گا، ایک پیالہ پانی پینے کے بعد پھر اس کا پیشاب رک گیا۔ اس نے کہا: میں علاج کروں گا کیا دو گے بادشاہ نے کہا: بقیہ آدھی سلطنت دوں گا۔ پھر جب علاج کر دیا تو کہا کہ لے اپنا ملک اور اپنی سلطنت کی قیمت پہچان لے اور اب غرور نہ کرنا۔ (مظاہر حق میں یہ حکایت لکھی ہے)[۵]

۴۲- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ[۶]

---

[۳] مظاهر حق: ۲/۴۰۲-۴۰۳
[۴] جامع الترمذی: ۲/۱۷۳، ابواب التفسیر من سورة الهكم التكاثر، ایچ ایم سعید/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۱۱، (۴۱۲۰)، باب الاجتناب عن الشهوات، المكتب الاسلامی
[۵] مظاهر حق: ۴/۴۰۲-۴۰۳
[۶] جامع الترمذی: ۲/۶۷، باب ماجاء فی شأن الحساب والقصاص، ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں جنبش میں نہ آئیں گے جب تک اس سے یہ پانچ باتیں دریافت نہ کرلی جائیں گی: اس سے پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کو کس کام میں صَرف کیا، اپنی جوانی کس کام میں ختم کی، مال کیوں کر کمایا اور کیوں کر خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق کیا عمل کیا۔

تشریح: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا: اے عویمر! کیا حال ہو گا تیرا جب قیامت کے دن کہا جاوے گا کہ تو عالم تھا یا جاہل پس اگر کہے گا کہ عالم، تو کہا جاوے گا کہ کیا عمل کیا، اور اگر کہے گا جاہل تو کہا جاوے گا کہ علم کیوں نہیں سیکھا۔[۷۷]

فصلِ سوم

۴۳-وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی-رَوَاہُ اَحْمَدُ[۷۸]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تو سیاہ اور سرخ رنگ کے سبب بہتر نہیں ہے مگر تو ان دونوں میں کسی ایک سے فضیلت حاصل کر سکتا ہے تقویٰ سے۔

تشریح: سیاہ سے مراد اہلِ عجم ہیں اور سرخ رنگ سے مراد عرب ہیں۔ اور مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ فضیلت کا مدار ظاہری رنگ اور صورت پر نہیں ہے اور نہ نسبت پر ہے کہ فلاں سید اور فلاں پٹھان ہے بلکہ افضل وہ ہے جو زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[۷۹]

۷۷؎ مرقاۃ المفاتیح:۳۹۲/۹،(۵۱۹۷)،کتاب الرقاق،دار الکتب العلمیۃ،بیروت/مظاہر حق:۴/۴۰۴

۷۸؎ مسند احمد:۳۲۱/۳۵،(۲۱۴۰۷)،مؤسسۃ الرسالۃ

۷۹؎ الحجرٰت:۱۳

ترجمہ: تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے۔

۴۴- وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَھِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ لَھَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَھَا وَدَوَاءَھَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْھَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ[80]

ترجمہ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس بندے نے دنیا میں زہد اختیار کیا (یعنی دنیا سے بے رغبتی کی) اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں حکمت پیدا کی اور حکمت کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کیا اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں اور ان بیماریوں کا علاج اس کو دکھایا، اور نکالا اس کو حق تعالیٰ نے دنیا اور آفات سے سالم دارالسلام کی طرف۔

تشریح: مشائخ اور بزرگانِ دین نے اسی حدیث کے پیش نظر فرمایا کہ زہد اللہ تعالیٰ کے راستے کا پہلا قدم ہے۔ جس بندے کو حق تعالیٰ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے دل کو دنیا سے اُچاٹ یعنی بے رغبت کر دیتے ہیں۔ اگر دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت اور بے وفائی سمجھ میں آجائے کہ کس طرح بادشاہوں کو بھی چند گز کفن میں لپیٹ کر قبر میں کس بے کسی کی حالت میں لٹا دیتے ہیں تو دل دنیا سے کبھی نہ لگے اور اللہ ایسے بندے کو اس بے رغبتی (زہد) کی بدولت دنیا کے فتنوں سے محفوظ فرما کر جنّت میں داخل کرتا ہے۔

۴۵- وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ لِلْاِیْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَہٗ سَلِیْمًا وَّلِسَانَہٗ صَادِقًا وَّنَفْسَہٗ مُطْمَئِنَّۃً وَّخَلِیْقَتَہٗ مُسْتَقِیْمَۃً وَّجَعَلَ اُذُنَہٗ مُسْتَمِعَۃً وَّعَیْنَہٗ نَاظِرَۃً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمِعٌ وَّاَمَّا الْعَیْنُ فَمُقِرَّۃٌ لِّمَا یُوْعِی الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَہٗ

---

[80] شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۱۲۱-۱۲۲، (۱۰۰۵۰)، مکتبۃ الرشد

وَاعِيًا - رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۸۱]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: وہ شخص فلاح پا گیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے خاص و مخصوص کر لیا اور اس کے دل کو (حسد، بغض اور تمام اخلاقِ رذیلہ اور احوالِ بد سے) سالم رکھا اور اس کی زبان کو سچا اور راست گو بنایا اور اس کے نفس کو مطمئن اور اس کی خلقت اور طبیعت کو مستقیم اور سیدھا بنایا (یعنی باطل اور کجی کی طرف مائل نہ ہونے والی) اور اس کے کانوں کو حق بات کا سننے والا اور آنکھوں کو (دلائلِ وحدانیت) کا دیکھنے والا بنایا پس کان قیف ہیں اور آنکھ اس چیز کو قائم رکھنے والی ہے جس کو دل محفوظ رکھتا ہے اور تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس کے دل کو حق بات کا محافظ بنایا گیا۔

تشریح: اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کو مطمئن کیا یعنی اپنی محبت اور ذکر سے اطمینان عطا فرمایا۔ کان کو قیف سے تشبیہ دی گئی کیوں کہ وہ حق بات کو سننے والے کے دل تک پہنچانے کا ذریعہ ہے (اور شکل بھی کان کی قیف کے مشابہ ہے) اور جو دلائلِ توحید صرف دیکھنے سے متعلق ہیں وہ آنکھوں کے ذریعے قلب تک پہنچتے ہیں۔ اور فلاح پائی اس شخص نے جس کے قلب کو محفوظ کرنے والا بنایا یعنی جو دلائلِ توحید سن کر یا دیکھ کر قلب تک پہنچتے ہیں ان کو جس کا قلب محفوظ کر لیتا ہے وہ فلاح پانے والا ہے۔

۴۶- وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ[۸۲]

---

[۸۱] شعب الایمان للبیہقی: ۲۵۶/۱، (۱۰۷)، مکتبۃ الرشد / مسند احمد: ۳۵/ ۲۳۹، (۲۱۳۱۰)، مؤسسۃ الرسالۃ

[۸۲] مسند احمد: ۲۸/ ۴۵۷، (۱۷۳۱۱)، مؤسسۃ الرسالۃ

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو باوجود اس کے گناہ کرنے کے دنیا کی محبوب ترین چیزیں عطا فرماتا ہے تو سمجھ لے کہ یہ استدراج ہے (یعنی ڈھیل ہے اور مہلت) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ[۸۳]

ترجمہ: یعنی جب کافر اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ وہ ان دی ہوئی چیزوں پر خوش ہوگئے پھر اچانک ہم نے عذاب میں گرفتار کرلیا اور وہ حیران رہ گئے۔

تشریح: استدراج کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شے کو کسی شے تک آہستہ آہستہ پہنچادینا جیسے سیڑھی کے بہت سے درجات ہوتے ہیں اور ان پر قدم رکھتے رکھتے آدمی دوسری منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب گناہ گار نافرمان اپنی نافرمانی اور گناہ سے توبہ نہ کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کی بارش کرے اور یہ بے وقوف سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمتوں کے دروازے کھول دیے اور توبہ سے غفلت بڑھتی جاوے پھر اس کو اللہ تعالیٰ اچانک عذاب میں پکڑ لے تو اس کو اردو میں ڈھیل اور عربی میں استدراج کہتے ہیں۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ[۸۴] حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کافروں کو جہنم کی طرف آہستہ آہستہ اس طرح کھینچ رہے ہیں کہ ان کو اس کا علم نہیں ہے۔

۲۷۔ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِاَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا لَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَئُوْدًا لَّا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ[۸۵]

۸۳؎ الانعام: ۴۴

۸۴؎ الاعراف: ۱۸۲

۸۵؎ شعب الایمان للبیهقی: ۴۲/۱۳، (۹۹۲۳)، مکتبۃ الرشد / المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۶۱۸/۴، (۸۷۱۳)، کتاب الاهوال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ترجمہ: حضرت امِ درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا تم کو کیا ہوا کہ تم مال اور منصب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب نہیں کرتے جس طرح سے فلاں فلاں لوگوں نے طلب کیا، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمہارے سامنے ایک دشوار گھاٹی ہے اس سے وہ لوگ نہیں گزر سکتے ہیں جو گراں بار ہیں یعنی دنیا کا بوجھ لادے ہوئے ہیں اس لیے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی پر چڑھنے کے لیے ہلکا رہوں اور دولت و منصب لے کر بھاری بوجھ اپنے اوپر نہ رکھوں۔

تشریح: دشوار گھاٹی سے مراد موت اور قبر اور میدانِ محشر کے وہ ہولناک اُمور ہیں جن سے ہر انسان کو گزرنا ہے۔[۵۶]

۴۸- عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّمْشِيْ عَلَى الْمَاءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَايَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ- رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۵۷]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص پانی پر اس طرح چل سکتا ہے کہ اس کے پاؤں تر نہ ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہی حال دنیادار کا ہے کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔

تشریح: مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ مال داروں کو دنیا کی محبت سے نہایت اہتمام اور فکر سے بچنا چاہیے اور آخرت کو اپنی دنیا پر ترجیح دینی چاہیے، اور دنیا سے بے رغبتی اگر نہ ہوگی تو گناہ سے بچنا ممکن ہوگا۔ دنیا کی دولت کا یہی نقصان کیا کم ہے کہ فقراء جنّت میں اغنیاء سے (مال داروں سے) پانچ سو برس پہلے جنّت میں داخل ہوں گے[۵۸] **عَافَانَا اللهُ مِنْهَا بِكَرَمِهٖ وَفَضْلِهٖ** ایک زاہد کی حکایت حضرت سعدی شیرازی

۵۶ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۹۸، (۵۲۰۴)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۵۷ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۴۳-۴۴، (۹۹۷۳)، مکتبۃ الرشد
۵۸ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۹۸-۳۹۹، (۵۲۰۵)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت/مظاہر حق: ۴/۱۱

رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ گناہوں سے بچنے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی۔ لوگوں نے کہا شہر کیوں نہیں آتا؟ کہا۔

بگفت آنجا پریرویاں بنغزند
چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

زاہد نے کہا کہ شہر کیسے آؤں وہاں حسین حسین پری چہرہ والے نغمہ گاتے ہیں اور جب کیچڑ بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو ہاتھی پھسل کر گر پڑتا ہے یعنی ایسے گندے ماحول میں انسان گناہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تنبیہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ بال بچوں کے لیے شہر میں روزی کمانے کے لیے نہ جاوے۔ مطلب یہ ہے کہ بدون سخت ضرورت ہرگز شہر نہ جاوے اور خلوت کو غنیمت سمجھے، البتہ اگر ضروری کام سے جانا ہو، جب فارغ ہو جاوے فوراً اپنے گھر آجاوے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھ جاوے یا اللہ والوں کی کتاب کا مطالعہ کرنے لگے اور ذکر اللہ و تلاوت و نوافل پڑھے، گندے ماحول کے اثرات ان مذکورہ تدبیروں سے ختم ہو جاتے ہیں اور اپنے دنیا کے کاموں کے وقت بھی زبان کو ذکر اللہ سے تر رکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نور ہی نور پیدا ہو گا۔

۴۹-وَعَنْ جُبَيْرِ ابْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ، وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[۸۹]

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھ کو وحی کے ذریعے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مال کو جمع کروں یا تجارت کروں بلکہ وحی کی گئی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو، اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آجاوے۔

۸۹ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۳۷، (۴۰۳۶)، باب التجافی عن الدنیا، المکتب الاسلامی

تشریح: حضرت جبیر بن نفیر تابعی ہیں، یہ حدیث مرسل ہے۔ حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے کہ تابعی کوئی روایت کرے اور صحابی کا واسطہ نہ ذکر کرے۔ سجدہ کرنے والوں سے ہو یعنی نمازیوں میں سے ہو۔ یقین کا ترجمہ اور اس کی مراد باتفاق مفسرین موت ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام عمر تسبیح، تحمید، عبادت بالخصوص نماز کے ساتھ شغف اور استغراق رکھوں اور آخر عمر تک اس میں مشغول رہوں۔ پھر اس مشغولی کے ساتھ تجارت اور اُمور خرید و فروخت کا موقع کہاں![۹۰]

۵۰- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِیَ اللهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُّفَاخِرًا مُّرَاۤئِيًا لَقِیَ اللهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ -رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِی الْحِلْيَةِ[۹۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص جائز طور پر دنیا حاصل کرے سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے، اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے اور ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنے کی نیت سے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکتا ہوگا، اور جو شخص جائز طور پر دنیا حاصل کرے اس نیت سے کہ مال زیادہ کرے اور اظہارِ فخر کرے اور لوگوں کو دکھاوے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ حق تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوں گے۔

تشریح: جب مال زیادہ کرنے اور فخر کے لیے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے حلال طور پر

---

[۹۰] مظاہر حق: ۱۲/۴۔

[۹۱] شعب الایمان للبیہقی: ۱۸/۱۳، (۹۸۹۰)، مکتبۃ الرشد

کمانے والے کا یہ حشر ہو گا تو پھر حرام طور پر کمانے والوں کا کیا حشر ہو گا! یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے حرام کمانے والے کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ یہ شیوہ اہلِ اسلام کا نہیں۔[۹۲]

۵۱- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ[۹۳]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے مال میں برکت نہ دی جائے تو وہ اس کو پانی اور مٹی میں خرچ کرتا ہے یعنی عمارت بنانے میں۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو عمارت ضرورت سے زائد بنائی جاوے (اور جو عمارت اپنے رہنے کے لیے ہو یا کرایہ کی آمدنی کے لیے ہو وہ ضرورت میں شامل ہے مظاہر حق)

۵۲- عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَإِنَّهٗ أَسَاسُ الْخَرَابِ- رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۹۴]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام مال کو عمارتوں میں لگانے سے اپنے آپ کو بچاؤ، حرام مال کا لگانا عمارتوں میں خرابی کی جڑ ہے۔

تشریح: ''خرابی کی جڑ ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی خرابی کی جڑ ہے اور احتمال رکھتا ہے کہ عمارت کی خرابی مراد ہو۔ اور بعض شرحوں میں یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ مکان بنانے کے بعد اس میں خدا کی نافرمانی نہ کرو اور جو عمارت کہ اس میں فسق (نافرمانی) ہو آخر کو خراب ہوتی ہے۔[۹۵]

۵۳- عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلدُّنْيَا دَارُ

---

۹۲ مظاہر حق: ۴/۱۳،

۹۳ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۲۲۷، (۱۰۲۳۴)، مکتبۃ الرشد

۹۴ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۲۲۹، (۱۰۲۳۷)، مکتبۃ الرشد

۹۵ مظاہر حق: ۴/۱۵،

مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ - رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۹۶]

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں اور دنیا مال ہے اس شخص کا جس کا (آخرت میں) مال نہیں اور مال وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔

تشریح: چوں کہ دنیا فانی ہے اور سکون کی زندگی دنیا میں ممکن نہیں پس جس نے کہ دنیا کو اپنا گھر سمجھا اور آخرت کو بھول گیا اس کا گھر آخرت میں نہیں رہا، اور اگر مال کو بجائے حق تعالیٰ کی خوشنودی کی راہ میں صَرف کرنے کے اپنی عیاشیوں اور نفسانی لذّتوں میں صَرف کیا تو اس کا مال صرف دنیا ہے آخرت میں اس کا حصہ کچھ نہ رہا۔ اور بعض حواشی میں لکھا ہے کہ مرادِ حدیث یہ ہے کہ دنیا کے گھر کو گھر نہ کہنا چاہیے۔ یہاں کے مال کو مال نہ کہنا چاہیے اس سبب سے کہ دنیا فانی اور حقیر ہے۔ اور مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کے لیے آخرت میں گھر نہ ہو یعنی دنیا کو اپنا اصلی گھر سمجھ کر دنیا کی زندگی سے مطمئن ہو گیا اور گمان کیا مال جمع کر کے کہ یہ باقی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا[۹۷]

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین نہیں رکھتے دنیا کی زندگی سے خوش ہو گئے اور اسی (فانی) زندگی سے مطمئن ہو گئے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ نے کہ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ[۹۸] بندہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کا گھر اور دنیا کا مال اس قابل نہیں ہے کہ اس کو گھر اور مال کہا جاوے۔ اور مقصد دنیا کا رتبہ گرانا ہے اس شخص کی نظر سے جس کے لیے آخرت قرار گاہ اور مال ہے۔[۹۹]

۵۴- وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ

[۹۶] مسند احمد: ۴۰/۴۸۰، (۲۴۴۱۹)، مؤسسة الرسالة/شعب الايمان للبيهقي: ۱۳/۱۸۴، (۱۰۱۵۳)، مكتبة الرشد

[۹۷] يونس: ۷

[۹۸] الهمزة: ۳

[۹۹] مظاهر حق: ۴/۱۵-۱۶

خُطْبَتِہٖ: اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ [۱۰۰] وَالنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطٰنِ [۱۰۱] وَحُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ [۱۰۲] قَالَ وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَاءَ حَیْثُ اَخَّرَھُنَّ اللّٰہُ۔ [۱۰۳] رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ مِنْہُ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ [۱۰۴]

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شراب پینا گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کے جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے (کیوں کہ جو گناہ انسان کرتا ہے دنیا کی محبت کے سبب سے کرتا ہے) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا عورتوں کو پیچھے ڈالو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پیچھے ڈالا۔

تشریح: دنیا کو جس شخص نے دوست رکھا اس کو کوئی ہدایت کا راستہ دکھانے والا ہدایت نہیں دے سکتا اور جس نے دنیا کو دوست نہیں رکھا اس کو کوئی مفسد گمراہ نہیں کر سکتا۔ دنیا کی محبت ہی سے تمام گناہ کیے جاتے ہیں۔

عورتوں کو پیچھے ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کے ذکر کو مَردوں سے پیچھے رکھا ہے اسی طرح جماعت میں ان کو پیچھے رکھا اسی طرح گواہی میں اور فضل اور رتبہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مَردوں سے کم تر اور پیچھے رکھا پس حق تعالیٰ نے جن باتوں میں عورتوں کو پیچھے رکھا ہے ان باتوں میں ان کو آگے نہ کرو۔

---

[۱۰۰] کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۱/۴۳۳، (۱۲۲۵)، مکتبۃ العلم الحدیث

[۱۰۱] کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲/۶، (۱۵۳۰)، مکتبۃ العلم الحدیث

[۱۰۲] شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۴۷-۷۵، (۹۹۷۴)، مکتبۃ الرشد، ذکرہ بلفظ عن سفیان بن سعید قال کان عیسٰی علیہ السلام یقول حب الدنیا اصل کل خطیئۃ

[۱۰۳] کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۱/۸۱، (۱۵۶)، مکتبۃ العلم الحدیث

[۱۰۴] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۴۴، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، ایچ ایم سعید/جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۱۱/۱۶، (۸۴۸۰)، مکتبۃ الحلوانی

اور شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی تشریح میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت مرفوعاً پیش ہے:

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَكْبَرُ الْكَبَائِرِ مَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلٰى اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ[۱۰۵]

ترجمہ: شراب جڑ ہے تمام بے حیائیوں کی اور بہت بڑا گناہ ہے تمام بڑے گناہوں سے، جس نے شراب پی وہ جماع کرتا ہے اپنی ماں سے اور اپنی خالہ سے اور اپنی پھوپھی سے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص سے بت کو سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو کسی کے قتل کو کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو زنا کے لیے کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو شراب کے لیے کہا گیا پس اس نے شراب پی لی پھر جب نشہ سے مست ہوا تو اس نے سب وہ کام کر ڈالے جس سے اوپر انکار کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ تینوں گناہ شراب، عورت (اجنبیہ) حبِّ دنیا ایسے سنگین ہیں کہ ان کے سبب بہت سے گناہوں میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرماویں۔ آمین

۵۵- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِى الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِى الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَّلِكُلٍّ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِى الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِىْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِىْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ- رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۱۰۶]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱۰۵] المعجم الكبير للطبرانی:۱۱/۱۶۴، (۱۱۳۷۲)، مكتبة ابن تيمية، القاهرة / الجامع الصغير: ۱/ ۲۲۵، (۴۱۴۱)، دار الكتب العلمية، بيروت / المعجم الاوسط للطبرانی:۳/۲۷۶، (۳۱۳۴) دار الحرمين/ كشف الخفاء ومزيل الالباس:۱/۴۳۳، (۱۲۲۵)، مكتبة العلم الحديث

[۱۰۶] شعب الايمان للبيهقی:۱۳/۱۷۴، (۱۰۱۳۲)، مكتبة الرشد

علیہ وسلم نے جن سے مجھ کو اپنی اُمت پر بڑا خوف ہے ایک تو خواہشِ نفس اور دوسرے درازیٔ عمر کی آرزو۔ نفس کی خواہش حق بات قبول کرنے سے روکتی ہے اور درازیٔ عمر کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے، اور یہ دنیا کوچ کرنے والی اور جانے والی ہے اور آخرت آگے بڑھنے والی اور آنے والی ہے اور ان دونوں میں سے یعنی دنیا اور آخرت سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی تابع اور محکوم اور رغبت کرنے والے ہیں) اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم دنیا کے بیٹے نہ بن سکو تو ایسا کرو یعنی دنیا کے بیٹے گری سے نکل جاؤ اور تابع اور غلام دنیا کے نہ بنو، اور آج تم دار العمل (عمل کے گھر) میں ہو اور دنیا میں عمل کا حساب نہیں لیا جاتا لیکن کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہیں ہے۔

تشریح: روایت ہے **حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا**[۱۰۷] اپنے اعمال کا حساب کرو قبل اس کے کہ قیامت کے دن تم سے حساب لیا جاوے۔ خواہشِ نفس اور درازیٔ عمر کی آرزو یہ دو بڑے فتنے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ فرمایا کہ ان کے سبب انسان اعمالِ آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان دونوں فتنوں سے نجات کے طریقے اور تدابیر جو دوسری احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتے ہیں یہ ہیں:

۱۔ تلاوتِ قرآنِ پاک میں ناغہ نہ کیا جاوے۔

۲۔ موت کو کثرت سے یاد کیا جاوے اور روح نکلنے سے قبر کی تنہائی اور میدانِ حشر اور دوزخ کی آگ تک کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ گہری فکر سے سوچنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی صحبت میں کثرت سے حاضری دینا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر شے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن (خزانہ یا کان) اللہ کے پہچاننے والوں کے دل ہیں۔[۱۰۸] پس ظاہر ہے کہ ان کی صحبت سے تقویٰ کی نعمت حاصل ہو گی، اور حق تعالیٰ شانہٗ نے **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ**[۱۰۹] کے حکم میں

۱۰۷؎ جامع الترمذی: ۲/۲۷، ابواب صفة القیٰمة، ایچ ایم سعید

۱۰۸؎ کنز العمال: ۹۱/۳ (۵۶۳۸)، باب فی الاخلاق المحمودة والافعال المذمومة، مؤسسة الرسالة، ذکرہ بلفظ لِکُلِّ شَیْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التقوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ

۱۰۹؎ التوبة: ۱۱۹

اسی صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت بیان فرمائی ہے۔صادقین سے مراد مشائخ اور بزرگانِ دین ہیں۔

۵۶- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَّلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ-رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ الْبَابِ[110]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کوچ کیے ہوئے پشت ادھر کیے ہوئے چلی جارہی ہے اور آخرت منہ ادھر کیے ہوئے چلی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی تابع اور غلام اور رغبت کرنے والے) پس تم آخرت کے بیٹے بنو یعنی چاہنے والے آخرت کے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے وہاں کوئی عمل نہیں۔

تشریح: یہ حدیث موقوف ہے اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی مرفوع ہے اور مضمون دونوں کے ایک ہی ہیں۔

"آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو" کا مفہوم یہ ہے کہ جس دنیا سے آخرت کا نقصان ہو اس کو ترک کردو۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ...الْاٰيَة[111] حق تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر اپنے نفس کی خواہشات کی غلامی کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کو مطلقاً چھوڑنا مامور اور مطلوب نہیں بلکہ جو نعمتیں حلال ہیں اور ان کے استعمال کی حق تعالیٰ نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ حرام اور منع کی ہوئی لذتوں کو استعمال کرنا ممنوع اور واجب الترک ہے۔ اسی آیت سے رہبانیت کا بھی قلع قمع ہوتا ہے کیوں کہ

---

[110] صحیح البخاری:۲/۹۴۹-۹۵۰،باب فی الأمل وطوله،المکتبة المظهرية

[111] القصص:۵۰

کافر اور مشرک ترکِ دنیا کر کے اس طرح جوگی اور سادھو بنتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت والی اجازت دی ہوئی نعمتوں کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اس نیت سے حاصل کی جاوے جس سے آخرت کے کاموں میں اعانت اور قوت ہو تو وہ دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ حکایت ہے کہ ایک بزرگ مال دار تھے گھوڑے، نوکر چاکر سب کچھ تھا۔ ایک طالب علم مرید ہونے آیا۔ یہ ٹھاٹ امیری دیکھ کر بدگمان ہوا اور دل میں کہا ؎

نہ مرد آں ست کہ دنیا دوست دارد

مردِ کامل وہ نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھتا ہے۔

رات کو خواب میں دیکھا کہ اس فقیر کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں اور اپنا قرضہ مانگ رہے ہیں، میدانِ حشر ہے یہ بزرگ گھوڑے پر سوار قریب سے گزرے ٹھہر گئے اور اس کا قرضہ ادا کیا اور فرمایا کہ فقیر کو تنگ نہیں کیا کرتے۔ آنکھ کھلی نادم ہوا۔ پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ ان بزرگ کو بھی کشف سے اس کا حال معلوم ہوا۔ فرمایا: کیا مصرعہ پڑھا تھا۔ ندامت کے ساتھ عذر کیا، مگر اصرار پر پڑھنا پڑا ؎

نہ مرد آں ست کہ دنیا دوست دارد

شیخ نے فرمایا اس میں دوسرا مصرعہ میری طرف سے لگا لو ؎

اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی اللہ والے اگر دنیا بھی رکھتے ہیں تو اپنے دوست یعنی اپنے مولیٰ ہی کے لیے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور نافرمانی کی راہ سے بچتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں یہ حدیث اس مضمون کی تائید کرتی ہے:

لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ[١٢]

ترجمہ: نہیں مضر ہے مال داری اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ عزوجل سے ڈرتا ہے۔ پس دنیا سانپ ہے اور تقویٰ اس کا منتر ہے اگر دنیا کا سانپ پالنا ہے تو پہلے تقویٰ دل میں حاصل کرے ورنہ یہ سانپ ڈس لے گا۔

---

[١٢] سنن ابن ماجة: ٢٧٢، باب الحث على المكاسب، المكتبة الرحمانية

۵۷- وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يٰاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى -رَوَاهُمَا اَبُوْنُعَيْمٍ فِى الْحِلْيَةِ[۱۱۳]

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے اور مخلوقات کو سناتے ہیں، ان کے پکارنے کی آواز کو ساری مخلوق سنتی ہے مگر جن اور انسان نہیں سنتے (وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ) اے لوگو! اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور جان لو کہ جو مال کم ہو اور کافی ہو اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو ولعب میں ڈالے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے باز رکھے۔

تشریح: جن اور انسان نہیں سنتے تا کہ ایمان بالغیب کا اجر ان کے لیے ثابت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تنبیہ ان کے لیے کافی ووافی ہے۔

۵۸-وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِىْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَّاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَّيَقْضِىْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِى الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِى النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُعْرَضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ -رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ[۱۱۴]

---

[۱۱۳] المستدرك على الصحيحين للحاكم:۲/۴۸۲،(۳۶۶۲)،تفسير سورة حم عسق،دار الكتب العلمية،بيروت/
شرح السنة للبغوى:۱۴/۲۴۷،(۴۰۴۵)،باب القناعة بالقليل من الدنيا،المكتب الاسلامى/
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:۳/۳۰۵،(۴۶۷۶)،باب أعط منفقا خلفا،دار الفكر

[۱۱۴] مسند الشافعى بترتيب السندى:۱/۱۴۸،(۴۲۹)،الباب الحادى عشر فى صلوة الجمعة، دار الكتب العلمية،بيروت

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور فرمایا: خبردار! دنیا ایک غیر قائم پونجی ہے اس میں سے نیک بھی کھاتا ہے اور بد بھی اور آخرت ایک مدت ہے سچی یعنی متحقق وثابت اور آخرت میں ہر قسم کی قدرت رکھنے والا بادشاہ حکم اور فیصلہ کرے گا، خبردار! تمام بھلائیاں اپنی انواع واقسام کے ساتھ جنّت میں ہیں، خبردار! تمام بُرائیاں اپنی انواع واقسام کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔ پس تم عمل کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو یاد رکھو کہ تم کو تمہارے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔ پس جو شخص ذرہ برابر نیک کام کرتا ہے وہ اس کی جزا پائے گا اور جو شخص ذرہ برابر بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی سزا پائے گا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے آخرت کی فکر اور اعمالِ صالحہ کرنے اور اعمالِ سیئہ سے بچنے کا اہتمام کرنے کا سبق اُمت کو دیا گیا ہے۔

٥٩- وَعَنْ مَّالِكٍ اَنَّ لُقْمٰنَ قَالَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَّا يُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَّذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا[١١٥]

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! جس چیز کا وعدہ لوگوں سے کیا گیا ہے (یعنی مُردوں کا زندہ کرکے اٹھایا جانا، حساب کتاب، عذاب وثواب وغیرہ) اس پر کافی مدت گزر چکی ہے (یعنی آفرینش دنیا سے آج کے دن تک) حالاں کہ لوگ آخرت کی طرف تیزی سے چلے جارہے ہیں اور اے بیٹا! جس روز سے کہ تو پیدا ہوا ہے دنیا کو پیچھے چھوڑتا چلا آتا ہے اور آخرت کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے، اور وہ گھر جس کی طرف تو جارہا ہے زیادہ قریب ہے تجھ سے اس گھر سے جس سے تو جارہا ہے۔

---

١١٥ مسند الشافعی بترتیب السندی: ١/١٤٨، (٤٢٩)، الباب الحادی عشر فی صلوٰة الجمعة، دار الکتب العلمیة، بیروت

تشریح: اپنے بیٹے سے خطاب کیا مگر مخاطب تمام لوگ ہیں۔ چلنے والا ہر قدم میں منزل سے قریب ہوتا رہتا ہے پس انسان دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر وقت آخرت سے قریب ہورہا ہے اور دنیا سے دور ہورہا ہے۔ پس جس سے دور ہورہا ہے اس کی محبت اور فکر اتنی کیوں کرے کہ آخرت خراب ہو۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کہاں جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے

۲۰- وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِيُّ التَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْىَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ[۱۱۶]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابنِ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مخموم دل کا اور سچا زبان کا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: زبان کے سچے کو تو ہم جانتے ہیں مخموم دل سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخموم دل وہ ہے جو پاک ہو، پرہیز گار ہو، کوئی گناہ اس پر نہ ہو، ظلم نہ کیا ہو، حسد سے نہ گزرا ہو، اور کینہ وحسد اس میں نہ ہو۔

تشریح: مخموم القلب یعنی جس کا قلب سلیم ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِلَّا مَنْ اَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[۱۱۷] مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے پاس صاف اور پاک دل لے کر آیا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم خود عرب تھے، عربی زبان اور فصاحت وبلاغت شعر وشاعری میں کمال رکھتے تھے مگر اُمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے

۱۱۶؎ سنن ابن ماجة: ۳۴۷،(۴۲۱۶)،باب الورع والتقوى، المكتبة الرحمانية

۱۱۷؎ الشعرآء: ۸۹

حق تعالیٰ شانہٗ ایسے الفاظ بیان کراتے تھے کہ حضرات صحابہ سمجھنے سے قاصر ہوتے اور ان کے معانی دریافت کرنے پر مجبور ہوتے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

ترجمہ: وہ یتیم اُمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ ابھی قرآن پورا ان پر نہ اترا تھا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ... الخ[۱۱۸] نازل ہوتے ہی تمام سابقہ آسمانی صحیفے اور کتب منسوخ قرار دے دیے گئے۔ مقامِ رسالت کو سمجھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات محیر العقول (لغتاً ومعناً) کافی ہیں۔ سلیم العقول انسانوں کے لیے اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قلب کی صفائی اور اصلاحِ نفس جو بزرگانِ دین کے یہاں اہتمام سے کی جاتی ہے اس کی کس قدر اہمیت ہے اور آج کل اس سے کس قدر غفلت ہے۔

۶۱-وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَّصِدْقُ حَدِيْثٍ وَّحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَّعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ-رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۱۱۹]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں ہیں اگر وہ تجھ میں پائی جائیں تو دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں ہے:

ایک تو امانت کی حفاظت کرنا۔

دوسری سچی بات کہنا۔

تیسرے اخلاق کا اچھا ہونا۔

چوتھے کھانے میں احتیاط و پرہیز گاری۔

---

۱۱۸ العلق:۱

۱۱۹ مسند احمد:۱۱/۲۳۳،(۶۶۵۲)،مؤسسة الرسالة/شعب الايمان للبيهقى:۷/۲۰۱-۲۰۲،(۴۸۷۸)،مكتبة الرشد

تشریح: یعنی اگر دنیا کی کسی نعمت کے فوت ہونے سے نفس کی اصلاح ہوئی اور مذکورہ خصائلِ حمیدہ نفس میں پیدا ہوئے تو پھر کوئی غم نہیں، برعکس اس کے کہ دنیا کی دولت دل میں کدورت اور آخرت سے غفلت پیدا کرے تو اس دنیا سے اس کا فوت ہونا ہی اچھا ہے۔[١٢٠]

٦٢-وَعَنْ مَّالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمٰنَ الْحَكِيْمِ مَابَلَغَ بِكَ مَانَرٰى يَعْنِى الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَالَا يَعْنِيْنِيْ[١٢١]

ترجمہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ کو معلوم ہے کہ لقمان حکیم سے یہ پوچھا گیا کہ جس مرتبہ پر ہم تم کو دیکھ رہے ہیں کس چیز نے تم کو اس پر پہنچایا؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا: زبان کی سچائی نے اور امانت نے اور فضول وبے فائدہ چیزوں کو ترک کردینے نے۔

تشریح: حضرت لقمان علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی خالہ کے بیٹے ہیں اور علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ حکیم اور ولی تھے اور روایت ہے کہ انہوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی خدمت اور شاگردی کی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہ تھے اور نہ بادشاہ تھے، ایک کالے غلام تھے، بکریاں چراتے تھے، حق تعالیٰ نے ان کو اپنا مقبول بنایا اور حکمت اور جوانمردی اور عقل دی اور اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (مظاہر حق)

٦٣-وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِيْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِيْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ يَارَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَيَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ فَتَجِيْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ يَارَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَيَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيْءُ الصِّيَامُ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنَا الصِّيَامُ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ

[١٢٠] مظاھر حق: ٢٣/٤،

[١٢١] مؤطا امام مالك: ٣٢، باب ماجاء في الصدق والكذب

يَجِيْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى اِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيْءُ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى اِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ بِكَ الْيَوْمَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ قَالَ اللهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[١٢٢]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اعمال آئیں گے خداوند بزرگ وبرتر کے حضور میں، پس آئے گی نماز سب سے پہلے اور کہے گی: اے پروردگار! میں نماز ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو بھلائی پر ہے۔ پھر صدقہ آئے گا اور کہے گا: اے اللہ! میں صدقہ ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: تو بھلائی پر ہے۔ پھر روزے آئیں گے اور کہیں گے: اے رب! ہم روزے ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: تم بھلائی پر ہو۔ پھر اور اعمال آئیں گے۔ (یعنی حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ) اور اسی طرح اپنے آپ کو بتائیں گے اور اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا: تم بھلائی پر ہو۔ اور پھر اسلام آئے گا اور کہے گا: اے پروردگار! تیرا نام سلام ہے اور میں اسلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو البتہ بھلائی پر ہے، تیری ہی وجہ سے میں آج مواخذہ کروں گا اور تیرے ہی سبب دوں گا۔ (یعنی مواخذہ کروں گا عذاب کے ساتھ اور عطا کروں گا ثواب) چناں چہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[١٢٣] یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو طلب کرے اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں اعمال کا پیش ہونا یا تو اس طرح ہوگا کہ حق تعالیٰ اعمال کو اچھی صورت عطا فرمادیں گے جیسا کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے یا حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اعمال کو حاضر کرکے ان کو زبان سے بولنے کی طاقت عطا فرمائیں گے۔[١٢٤]

---

[١٢٢] مسند احمد: ١٤/٣٥٥، (٨٧٤٢)، مؤسسة الرسالة
[١٢٣] اٰل عمرٰن: ٨٥
[١٢٤] مظاہر حق: ٤/٢٤٦-٢٤٥

۶۴- وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْہُ غَدًا وَّاَجْمِعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ[۱۲۵]

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھ کو نصیحت فرمائیے اور مختصر فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اس شخص کی سی نماز پڑھ جو خدا کے سوا سب کو چھوڑ دینے والا ہے، اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال جس پر کل کو (قیامت میں) تجھے عذر خواہی کرنی پڑے، اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے نااُمید ہو جانے کا پختہ ارادہ کرلے۔

تشریح: ایک مفہوم تو "فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ" کا وہ ہے جو اوپر ترجمہ میں مذکور ہے یعنی دل کو دنیا سے خالی کر کے حق تعالیٰ کی طرف بالکل متوجہ ہو کر نماز ادا کرو، اور دوسرا مفہوم یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی نماز پڑھو جس طرح کسی کو معلوم ہو جاوے کہ یہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد موت ہے پھر دوسری نماز کا موقع نہ ملے گا تو آدمی کس قدر دل لگا کر اس آخری نماز کا حق ادا کرے گا پس ہر نماز میں عقلاً اس کا امکان تو موجود ہے کہ دوسری نماز تک زندگی کا کیا بھروسہ! اس لیے ہر نماز میں نیت کے وقت یہ تصور کرلے کہ شاید یہی نماز ہماری آخری نماز ہو اور دوسری نماز تک شاید زندہ نہ رہوں اس طرح سے آدمی بہت عمدہ نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہر لفظ کو بولنے سے پہلے سوچ کر بولو کیوں کہ لفظ نکالنے سے پہلے اختیار ہوتا ہے کہ نہ بولے اور بولنے کے بعد اگر وہ غلط ہو تو معذرت اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

تیسری نصیحت یہ ہے کہ دنیا والوں کے مال اور دولت سے اپنی اُمید اور لالچ کو ختم کردے۔[۱۲۶]

---

۱۲۵ مسند احمد: ۴۸۴/۳۸، (۲۳۴۹۸)، مؤسسۃ الرسالۃ/سنن ابن ماجۃ: ۴۴۴، (۴۱۷۱)، باب الحکمۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ

۱۲۶ مظاہر حق: ۲۷/۴،

۶۵-وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَّاكِبٌ وَّرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِّفِرَاقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا-رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ أَحْمَدُ[۱۲۷]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نصیحتیں کرتے ساتھ چلے اور معاذ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصائح وہدایت سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: معاذ! اس سال کے بعد شاید تو مجھ سے ملاقات نہ کرسکے اور ممکن ہے تو میری اس مسجد اور میری قبر سے گزرے۔ یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ رو پڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے غم میں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیرا اور مدینہ کی طرف رخ کرکے فرمایا: مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں خواہ وہ کوئی ہوں (یعنی کسی ملک اور کسی قوم کے ہوں) اور کہیں ہوں۔

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا جو پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے اگرچہ کسی ملک کا باشندہ ہو یا کسی قوم کا ہو۔ قریب ہونے کے دو مفہوم ہیں: یا تو میری شفاعت سے قریب ہوں گے یا مرتبہ کے لحاظ سے میرے قریب ہوں گے۔ اور تقویٰ والی زندگی بزرگانِ دین کی صحبت سے ملتی ہے۔ تیرنے کی کتاب پڑھ کر کوئی تیر نہیں سکتا جب تک کسی پرانے تیرنے والے

۱۲۷؎ مسند احمد:۳۶/۳۷۶،(۲۲۰۵۲)،مؤسسة الرسالة

کی صحبت میں تیر نانہ سیکھے، اسی طرح کتابوں سے تقویٰ نہیں ملتا جب تک کسی متقی بندے کی صحبتِ طویل نہ حاصل ہو۔ تقویٰ کی برکت سے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ یمن میں رہتے ہوئے کس درجہ کو پہنچے اور ترکِ تقویٰ کے سبب بعض اشرافِ مکہ کیسے بدبخت ہوئے۔ پس اُمت کو اس حدیث میں تقویٰ کی ہدایت ہے[۱۲۸]۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذِہِ النِّعْمَۃَ

۶۶- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْفَسَحَ فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللہِ ھَلْ لِّتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُّعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ[۱۲۹]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَمَنْ یُّرِدِ اللہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ[۱۳۰] (یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا: جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جاسکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنی دنیا) سے دور ہونا، آخرت کی طرف رجوع کرنا، اور مرنے سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہو جانا ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں سینے کے اندر نورِ ہدایت داخل ہونے کی تین علامتیں

۱۲۸؎ مظاہر حق: ۴/۲۸-۲۹،

۱۲۹؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۱۳۳،(۱۰۰۶۸)، مکتبۃ الرشد/ المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴/۳۴۶، (۷۸۶۳)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۳۰؎ الانعام: ۱۲۵

بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ دنیا سے دل کا اُچاٹ ہو جانا۔

۲۔ آخرت کی طرف متوجہ ہونا۔

۳۔ موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

ان ہی علامات سے ہر آدمی فیصلہ کرے کہ وہ ہدایت پر ہے یا نہیں۔

آں چناں کہ گفت پیغمبر ز نور
کہ نشانش آں بود اندر صدور

کہ تجافی جوید از دار الغرور
ہم انابت آرد از دار السرور

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے کے اندر نور کے داخل ہونے کی نشانی یہ فرمائی کہ وہ اس جہاں سے جو دھوکے کا گھر ہے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور آخرت جو خوشی کا گھر ہے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نور جب دل میں داخل کیا جاتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

در فراخِ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی جان میں حق تعالیٰ کے تعلقِ خاص کی برکت سے اس قدر فراخی اور کشادگی اور وسعت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے سات آسمان کی وسعت ہیچ ہوتی ہے۔ یہ قلب حقیقت میں عرشِ رب ہے جیسے کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَّسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ[۱۳۱]

---

[۱۳۱] مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۶، (۵۲۲۸)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

میں نہیں سمایا آسمان اور زمین میں لیکن مومن بندے کا قلب میری گنجایش رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نور کا محل قلب ہے اور کسی کے قلب کو ہم دیکھ سکتے نہیں تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صاحبِ نور خود دعویٰ کرے کہ میرے اندر نور ہے یا صاحبِ نور کی کچھ علاماتِ خاصّہ متعین ہوں۔ پہلی صورت میں ہر اہلِ باطل اور ہر اہلِ حق کے دعویٰ کا امتیاز معلوم ہونا مشکل ہے، اس لیے یہ صورت غیر مفید ہے، کیوں کہ ظاہر میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ دعویٰ سچا یا جھوٹا ہے پس دوسری ہی صورت متعین ہوئی اور اسی صورت کی وضاحت حدیثِ مذکور میں بیان ہوئی۔

علماء نے کسی شخص کے اللہ والا ہونے کی یہی علامت لکھی ہے کہ اس کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور اس کی صحبت سے دل دنیا سے سرد ہونے لگے اور آخرت کی طرف توجہ بڑھنے لگے اور وہاں کی فکر پیدا ہو جائے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں میں اکثر لوگوں کا حال شریعت کے مطابق ہو۔ اہلِ حق اور اہلِ باطل آج کل عوام کی نظر میں خلط ملط ہو رہے ہیں اس لیے ان علامات کو جن کا اوپر ذکر ہوا کسی شخص کے اللہ والا ہونے کی پہچان کا معیار بنانا چاہیے۔

۲۷-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلْقَى الْحِكْمَةَ-رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ[۱۳۲]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کسی بندے کو دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) اور کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس سے قربت حاصل کرو اس لیے کہ اس کو حکمت سکھائی گئی اور دی گئی ہے۔

تشریح: بعض روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب

---

[۱۳۲] شعب الایمان للبیهقی: ۷/۵۳،(۴۶۳۱)، مکتبۃ الرشد

لوگوں سے عقل مند کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جو موت کو بہت یاد کرتا ہے اور موت کے بعد کے لیے بہت مستعد رہتا ہے۔ اس حدیث شریف میں حکمت سے مراد نیک کرداری اور راست گفتاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا[۱۳۳]

ترجمہ: جو شخص حکمت دیا گیا وہ بے شک خیر کثیر دیا گیا۔ اور ان ہی کو عالم باعمل مخلص کامل کہتے ہیں۔ پس ہر شخص پر ایسے بندوں کی صحبت واجب ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ہم نشینی اختیار کرو اللہ تعالیٰ کی اور اگر اس کی صلاحیت اور طاقت نہ ہو تو ان لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں اور علامت ایسے ولی اللہ کی یہ ہے کہ وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو دنیا سے بے رغبت کرے یعنی مال و جاہ کی محبت سے دلوں کو پاک کرے اور توشۂ آخرت کی فکر دلوں میں پیدا کرے ایسا شخص عارف ہے اور نائب ہے پیغمبر علیہ السلام کا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا دیدار اور صحبت اور خدمت ہم سب کو عطا فرمائیں۔[۱۳۴] آمین

❖❖❖❖

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ

گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائیگا پھر اس کا سفینہ

---

۱۳۳ البقرۃ:۲۶۹

۱۳۴ مرقاۃ المفاتیح:۹/۴۱۷-۴۱۸،(۵۲۲۹-۵۲۳۰)،کتاب الرقاق،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فقراء کی فضیلت اور نبی ﷺ کی معاشرت کا بیان

اس باب میں فقر کے شرف و فضیلت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ معیشت کے متعلق احادیث منقول ہیں

"فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر" اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ غنی شاکر افضل ہے کہ اس کے ہاتھ سے خیرات اور تقرب کی چیزیں مثل زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ اکثر ہوتی ہیں اور اغنیاء کی شان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ[۱۳۵] اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ فقیر افضل ہے کہ حال شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر ہی پر تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ کسی کے لیے فقر مفید ہے کسی کے لیے غنا (مال داری) مفید ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر مہربان ہوتے ہیں تو ان کے لیے جو مفید ہوتا ہے صحت، بیماری، تنگدستی، مال داری وغیرہ وہ دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر؟ فرمایا فقیر شاکر دونوں سے بہتر ہے، اشارہ ہے فقر کی فضیلت پر کہ فقر ایک نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہیے، نہ کہ بلا ہے کہ اس پر صبر کرے۔ حضرت شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے متعلق نقل کرتے تھے کہ جب تک فقر کی فضیلت کا اقرار طالب سے نہ لیتے اس کو مرید نہ کرتے اور کہا اَلْفَقْرُ اَفْضَلُ مِنَ الْغِنَاءِ پھر ہاتھ پکڑا اور مرید کیا۔

---

۱۳۵ ریاض الصالحین: ۲۶۰-۲۶۱، باب فضل الغنی الشاکر، وھومن اخذ المال من وجھہ وصرفہ فی وجھہ المامور بھا، دار إحیاء الکتب العربیۃ، القاھرۃ

فصلِ اوّل

۶۸-عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ-رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۱۳۶]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو (بظاہر تو) پراگندہ بال نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زبان کے ذریعے) دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے (بالفرض اگر وہ ان دروازوں پر جائیں) لیکن (اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسے مقبول ہیں) اگر وہ بحالتِ ناز (اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر) قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرے۔

تشریح: حدیثِ مذکور میں دھکے دے کر نکالے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ امیروں کے دروازوں پر سوال کے لیے جاتے ہیں کیوں کہ اولیاء اللہ ایسی ذلت سے محفوظ ہوتے ہیں۔ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ اگرچہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں کہ اگر کسی کام پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔[۱۳۷]

۶۹-وَعَنْ مُّصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَاۗئِكُمْ-رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ[۱۳۸]

ترجمہ: حضرت مصعب ابنِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نسبت یہ گمان کیا کہ ان کو اپنے کم تر پر فضیلت حاصل ہے۔

---

[۱۳۶] صحیح مسلم:۲/۳۸۳، باب الجهنم اعاذنا اللہ منها، ایچ ایم سعید/کشف الخفاء ومزیل الالباس:۱/۴۸۲، (۱۳۶۴)، مکتبة العلم الحدیث/شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۶۹، (۴۰۶۹)، باب فضل الفقراء، المکتب الاسلامی، ذکراه بدون لفظ ''أغبر''

[۱۳۷] مظاهرحق:۴/۴۳۲-۴۳۳

[۱۳۸] صحیح البخاری:۱/۴۰۵، (۲۹۰۹)، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، المکتبة المظهریة/ شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۶۴، (۴۰۶۱)، باب الفقراء، المکتب الاسلامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گمان کو توڑنے کے لیے فرمایا: تم کو (دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں) مدد نہیں دی جاتی اور تم کو رزق نہیں دیا جاتا مگر تمہارے ان ہی کمزور اور فقیروں کی دعا کی برکت سے۔

تشریح: چوں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت فضیلتیں رکھتے تھے ان کو گمان ہوا کہ میری شجاعت اور سخاوت اور کرم سے مسلمانوں کو بہت نفع ہوا، لہٰذا میں ان لوگوں سے جو ہماری طرح نہیں ہیں افضل ہوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس گمان کو توڑنے کے لیے فرمایا کہ یہ گمان تم نہ رکھو بلکہ ان ضعیفوں اور فقیروں کا اکرام اور عزت کرو اور تکبر نہ کرو یعنی اپنے کو ان سے بڑا نہ سمجھو کیوں کہ دراصل ان ہی کمزوروں اور مسکینوں کی برکت اور دعا سے حق تعالیٰ تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔[۱۳۹]

لہٰذا اپنا کمال نہ سمجھو کہ تکبر تمام نیکیاں ضایع کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی دل میں تکبر کا ہونا جنّت سے محروم کر دیتا ہے۔

۷۰-وَعَنْ اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسٰكِيْنُ وَاَصْحٰبُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحٰبَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۱۴۰]

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنّت کے دروازے پر کھڑا ہوا (شبِ معراج میں یا خواب میں) جو لوگ جنّت میں داخل ہوئے میں نے ان میں زیادہ تعداد غریبوں کی دیکھی اور دولت

---

۱۳۹ مظاہرحق: ۳۴/۴

۱۴۰ صحیح البخاری: ۹۶۹/۲،(۶۵۸۷)،باب صفة الجنة والنار،المکتبة المظهرية/صحيح مسلم: ۹۶۹/۲،باب اکثر اهل الجنة الفقراء،ایچ ایم سعید/شرح السنة للبغوی: ۲۶۵/۱۴،(۴۰۶۳)،باب فضل الفقراء، المکتب الاسلامی

مندوں کو دیکھا کہ ان کو میدانِ قیامت میں روک لیا گیا ہے لیکن دوزخیوں (یعنی کافروں) کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا ہے، پھر میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور دیکھا تو دوزخ میں جانے والوں کی زیادہ تعداد عورتوں میں سے تھی۔

تشریح: عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا سبب یہ ہے کہ دنیا کی حرص ان میں زیادہ ہوتی ہے اور آخرت کے کاموں سے مَردوں کو روکتی ہیں۔ حلال طریقے سے حاصل کی ہوئی دنیا کا حساب دینا ہو گا کہ کہاں خرچ کیا اور حرام کمائی والی دولت عذاب کا سبب ہو گی۔ فقراء اس سے بَری ہوں گے، نہ حساب لیے جاویں گے نہ روکے جاویں گے میدانِ قیامت میں حساب کے لیے۔[۱۴۱]

۱۷-وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ مَّا رَاْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْاءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا-مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۱۴۲]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پوچھا: اس شخص کی نسبت جو ابھی گزرا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا: یہ شخص شریف آدمیوں میں سے ہے اور اللہ

---

[۱۴۱] مظاہر حق: ۴/۳۵،

[۱۴۲] صحیح البخاری: ۲/۹۵۴-۹۵۵، (۶۴۸۴)، باب فضل الفقراء، المکتبۃ المظہریۃ

کی قسم! اس قابل ہے کہ اگر کسی عورت کو نکاح کا پیام دے تو اس کے پیام کو قبول کر لیا جائے اور کسی کی (حکّام سے) سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ پھر ایک اور شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شخص سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص مسلمان فقراء میں سے ہے، یہ اس لائق ہے کہ اگر کسی کو نکاح کا پیام دے تو اس کا پیام قبول نہ کیا جائے اور کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، کسی سے کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: یہ شخص اس جیسے دنیا بھرے ہوئے آدمیوں سے بہتر ہے جس کی تو نے تعریف کی۔

تشریح: یہ ارشاد کہ "یہ شخص اس جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے" مرتبہ میں تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے متعلق یہ فرمایا وہ غنی (مال دار) ہو گا اور ایسی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ فقیر بسبب صفائی قلب کے پروردگار کے احکام کو جلد قبول کرتا ہے اور اغنیاء حق بات کے قبول کرنے سے سرکشی اور استغنا اور تکبر کرتے ہیں، اور یہ مشاہدہ ہے کہ علماء اور بزرگانِ دین کے شاگردوں اور مریدوں میں زیادہ تر فقراء ہوتے ہیں جو حق کو جلد قبول کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں شخصِ اوّل غنی تھا اور مومن تھا، کافروں سے نہ تھا کیوں کہ مفاضلہ کافر اور مومن میں نہیں ہوتا۔ کافر میں خیر کی نسبت کرنا جائز نہیں، مومن مومن میں تفاضل ہوتا ہے۔[۱۴۳]

۷۲-وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۱۴۴]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ

---

۱۴۳ مظاہر حق: ۴/۳۶/۳۷-۳۷

۱۴۴ صحیح مسلم: ۲/۴۰۹، کتاب الزھد، ایچ ایم سعید/ صحیح البخاری: ۲/۸۱۵، (۴۴۳۰-۴۴۳۲)، ذکرہ بلفظ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر وبلفظ ما شبع اٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم منذ قدم المدینۃ من طعام البُرِّ ثلاث لیالٍ تِباعًا حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ المظہریۃ

بیت نے کبھی دو روز مسلسل جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

تشریح: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تکلیف برداشت کرنا مجبوری کا نہ تھا کیوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زمین کے خزانے پیش کیے گئے اور حکم ہوا کہ اگر آپ کہیں تو مکہ کے پہاڑ کو سونا کر دیں آپ کے لیے، لیکن آپ نے فقر کو اختیار فرمایا اور عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے پسند ہے کہ ایک دن بھوکا رہوں تاکہ صبر کروں اور ایک دن کھا کر سیر ہوں تاکہ شکر کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر فتوحات سے جو مال آتا تھا وہ سب اُمت پر تقسیم فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز سے زندگی گزارنے میں بڑی تسلی ہے اُمت کے فقراء اور مساکین کے لیے، اور امراء کے لیے سبق ہے اپنی حاجات پر مساکین کو ترجیح دینے کا۔

۷۳- وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَّيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اُدْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۱۴۵]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھجور کے پٹھوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چٹائی کے اوپر فرش نہ تھا، بوریے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر

۱۴۵؎ صحیح البخاری: ۱/۳۳۴-۳۳۵، (۲۴۶۴)، باب الغرفة والعلية المشرفة وغير المشرفة فی السطوح وغيرها، المكتبة المظهرية / صحیح مسلم: ۱/۴۸۲، كتاب الطلاق، ایچ ایم سعید/ جامع الترمذی: ۲/۱۶۸، ابواب التفسير، سورة التحريم، ایچ ایم سعید

نشان ڈال دیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کو فراخی (خوشحالی) عطا فرمائے۔ فارس اور روم کے لوگ خوش حال بنائے گئے ہیں حالاں کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا تو ابھی اسی خیال میں ہے (یعنی کیا تجھ کو اس کی بصیرت عطا نہیں ہوئی ہے اور حقیقت سے ابھی تک ناواقف ہے) یہ وہ لوگ ہیں (یعنی فارس وروم کے لوگ) جن کو دنیا کی زندگی ہی میں خوبیاں دے دی گئی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ الفاظ فرمائے: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ان کو دنیا ملے اور ہم کو آخرت؟

تشریح: بعض شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فراخی اور کشادگی مال ورزق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مانگی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر اس عنوان کو مناسب نہ سمجھا اور اُمت کے لیے درخواست کی۔ اور صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر فقر اختیار فرمایا اور اُمت کے ضعفا اس کا تحمل نہ کرسکیں گے اس لیے اُمت کے ضعف کا خیال کرتے ہوئے فراخی کو مناسب سمجھ کر اس کی درخواست کی۔[۱۴۶]

۴۷- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ-مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ-وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تُزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَیْكُمْ[۱۴۷]

---

[۱۴۶] مرقاة المفاتیح:۹/۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸ (۵۲۴۰)،باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم،دار الکتب العلمیة،بیروت/مظاہرِ حق:۴/۴۱۷

[۱۴۷] صحیح البخاری:۲/۹۶۰،(۶۵۲۹)،باب لینظر الی من ھو اسفل منہ ولا ینظر الی من فوقہ،المکتبة المظھریة/صحیح مسلم:۲/۴۰۷،کتاب الزھد والرقاق،ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے زیادہ مال دار اور شکیل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس شخص پر بھی نظر ڈالے جو اس سے کم تر درجہ کا ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس شخص کو دیکھو جو تم سے کم تر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو مرتبہ میں تم سے زیادہ ہے اور ایسا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے تاکہ تم اس نعمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے حقیر نہ سمجھو۔

تشریح: حاصل یہ کہ جب کسی شخص کو اپنے سے زیادہ مال دار یا خوبصورت یا خوش لباس دیکھے تو فوراً اس شخص کو دیکھے جو اپنے سے ان باتوں میں کم تر ہو تاکہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کی توفیق ہو اور یہ بھی شکر ادا کرے کہ حق تعالیٰ نے اس شخص کی طرح مجھے دنیا میں مبتلا نہیں فرمایا۔ اسی لیے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی دنیادار کو دیکھتے تو کہتے **اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْعُقْبٰی** اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ لکھا ہے کہ اس کو کسی نے مارا اور قید کیا۔ اس نے امام رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی۔ فرمایا: شکر ادا کر کہ اس سے بڑی بلا میں نہ گرفتار ہوا۔ پھر اس سے بَری ہو کر ایک دفعہ ایک کنویں کی قید میں ڈالا گیا۔ پھر امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صبر و شکر کی تعلیم دی۔ پھر بَری ہوا اور کچھ دن بعد ایک یہودی نے قید کیا اور وہ ہر ساعت اذیت دیتا اور زنجیر میں باندھ کر اپنے پاس رکھتا۔ پھر امام رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی اور کہا کہ کیا اس سے بھی کوئی بلا شدید ہے؟ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صبر و شکر کر کیوں کہ اس سے بھی شدید بلا ہے اور وہ یہ کہ کفر کا طوق تیری گردن میں ڈالا جاوے۔[۱۴۸] **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ** البتہ آخرت کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اونچے لوگوں کو دیکھے تاکہ اپنے سے زیادہ اعمال والوں کو دیکھ کر اپنے اعمال پر ناز و تکبر نہ پیدا ہو۔

---

۱۴۸ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۲۹-۴۳۰، (۵۲۴۲)، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

فصلِ دوم

۷۵-عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِّصْفِ یَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ [۱۴۹]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء جنّت میں دولت مندوں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے جو قیامت کا آدھا دن ہے۔

تشریح: قیامت کے دن کی درازی اس دن ایک ہزار برس کی ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ [۱۵۰]

ترجمہ: اور تحقیق آپ کے پروردگار کے نزدیک قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہے ان دنوں سے جن کو تم شمار کرتے ہو۔ مگر یہ سختی کافروں پر ہوگی اور نیک بندوں پر یہ دن ایک ساعت کے مانند ہوگا۔ آگے جو روایت ہے کہ چالیس برس پہلے فقراء امراء سے جنّت میں داخل ہوں گے تطبیق یہ ہے کہ یہ اختلاف فقراء کے مراتب ودرجات کے اعتبار سے ہوگا، یعنی صبر وشکر میں جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ پانچ سو برس پہلے داخل ہوگا، جس کا کم تر ہوگا وہ چالیس برس پہلے داخل ہوگا۔ جامع الاصول میں ہے کہ جو فقیر حریص ہوگا وہ غنی حریص سے چالیس برس پہلے جنّت میں جائے گا اور جو فقیر زاہد ہوگا وہ غنی راغبِ دنیا سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوگا۔ [۱۵۱]

۷۶-وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْكِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسٰكِیْنِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِهِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا

---

۱۴۹ جامع الترمذی:۲/۶۱،باب ماجاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنيائهم،ایج ایم سعید/ مسند احمد:۴/۵۷۸،(۲۳۵۳)،مؤسسة الرسالة

۱۵۰ الحج:۴۷

۱۵۱ مظاهرحق:۴/۴۴۷-۴۴۵

یَا عَائِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِیْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ یَا عَائِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللہَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ، وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ سَعِیْدٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسٰکِیْنِ[۱۵۲]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! مجھ کو مسکین بنا کر رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ (یعنی آپ یہ دعا کیوں کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ مسکین جنّت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو (اپنے دروازے سے خالی ہاتھ) نہ واپس کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر (یعنی اپنی مجلسوں میں ان کو شریک رکھ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنے قریب رکھے گا۔

تشریح: مسکین کا لفظ یا تو مسکنت سے مشتق ہے جس کے معنٰی نہایت تواضع کے ہیں یا سکون اور سکینہ سے ہے جس کے معنٰی وقار اور اطمینان اور رضا بالقضا کے ہیں۔ اس حدیث شریف میں اُمت کے لیے تعلیم ہے کہ فقراء اور مساکین کی فضیلت کو پہچانیں اور ان سے محبت رکھیں تاکہ ان کی برکت حاصل ہو، اور اس حدیث میں مسکینوں کے لیے تسلی ہے اور ان کے درجات سے اُمت کو آگاہ کرنا ہے۔ مسکین بننے کی دعا سے مراد یہ ہے کہ اتنی دنیا مل جاوے جس سے کسی کا محتاج نہ رہے اور کثرتِ مال سے محفوظ ہو۔ کیوں کہ مال کی کثرت مقربین بارگاہِ حق کے لیے وبال ہے۔ ایک بادشاہ فقراء اور صلحاء کی جماعت سے گزرا، ان لوگوں نے اس کی طرف التفات نہ کیا۔ پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ کہا: ہم لوگ تارکِ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور تارکِ آخرت سے عداوت رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقیر صابر بہتر ہے غنی شاکر سے۔ اور فقیر صابر وہ ہے جو دل کا فقیر نہ ہو یعنی

[۱۵۲] جامع الترمذی: ۶۰/۲، باب ما جاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنيائهم، ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجة: ۴۴۰، (۴۱۲۵)، باب مجالسة الفقراء، المكتبة الرحمانية/ شعب الايمان للبيهقي: ۵۰/۳-۵۱، (۱۳۸۰)، مكتبة الرشد

دل کا غنی ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو۔[۱۵۳]

۷۷- وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ[۱۵۴]

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری رضامندی کو اپنے ضعیفوں میں تلاش کرو (یعنی ان کو راضی رکھو) اس لیے کہ تم کو تمہارے ضعیفوں ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

تشریح: ضعیفوں سے مراد مظلوم ہیں خواہ غنی کیوں نہ ہوں۔ اور ان کی برکت سے رزق دیا جانا اور دشمنوں پر فتح ہونا اس لیے ہے کہ ان میں اقطاب اور اوتاد بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعے انتظام ہوتا ہے بلاد اور عباد کا۔ اور کہا ابنِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ڈھونڈو مجھ کو تم ان ضعیفوں کے حقوق کی حفاظت میں اور ان کے اکرام کے ذریعے اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کے ذریعے کہ جس نے ان کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی کیوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں تن سے بعض اوقات میں اور دل و جان سے جمیع اوقات میں، اور یہ حدیث بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْحَرْبِ۔[۱۵۵] جس نے دشمنی کی میرے ولی سے پس اس نے پیش قدمی کی مجھ سے جنگ کے لیے۔[۱۵۶]

۷۸- وَعَنْ اُمَیَّۃَ ابْنِ خَالِدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَسِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ- رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ[۱۵۷]

---

۱۵۳ مظاہر حق: ۴/۴۶۷

۱۵۴ جامع الترمذی: ۲۹۹/۱، باب ماجاء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین، ایج ایم سعید/ سنن ابی داؤد: ۳۴۹/۱، باب فی الانتصار برذل الخیل والضعفۃ، ایج ایم سعید/سنن النسائی: ۶۴/۲، الاستنصار بالضعیف، ایج ایم سعید

۱۵۵ مجمع الزوائد: ۲۷۶/۱۰، (۱۷۹۴۹)، کتاب الزھد، باب فی من اذی اولیاء اللہ تعالیٰ، مکتبۃ دار الفکر، بیروت

۱۵۶ مظاہر حق ۴۷۸-۴۷۹

۱۵۷ شرح السنۃ للبغوی: ۲۶۴/۱۴، ۴۰۶۲، باب فضل الفقراء، المکتب الاسلامی

ترجمہ: حضرت اُمیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے ذریعے اللہ سے (کفار پر) فتح حاصل ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: **صعالیك** جمع ہے **صعلوك** کی یعنی مثل عصفور چھوٹی چڑیا، مراد فقراء ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بواسطہ مہاجرین فقراء کے دعا کے معنیٰ اس طرح سے لکھے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے کہ **اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَی الْاَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِكَ الْفُقَرَاءِ الْمُھَاجِرِیْنَ**[۱۵۸] اے اللہ! دشمنوں پر مدد فرما ہماری فقرائے مہاجرین کی برکت سے۔ اس سے کس قدر فقراء کی بزرگی ثابت ہوتی ہے کہ ان کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے۔

شاہاں چہ عجب گر بنو از ند گدا را[۱۵۹]

۷۹-وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَۃٍ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا ھُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِہٖ اَنَّ لَہٗ عِنْدَ اللہِ قَاتِلًا لَّا یَمُوْتُ یَعْنِی النَّارَ[۱۶۰]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کسی فاجر یعنی کافر یا فاسق کی نعمتِ دنیاوی پر رشک نہ کر، اس لیے کہ تو نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک ہونے والا ہے، فاجر کے لیے اللہ کے یہاں ایک قاتل ہے جو مرتا نہیں یعنی دوزخ کی آگ۔

تشریح: یہ بیماری آج عام طور پر ہمارے اندر آچکی ہے کہ مال دار شرابی زانی فاسق کے بنگلوں، کاروں اور ظاہری ٹھاٹ پر بعض غریب مسلمان لالچ کی نگاہ ڈالتا ہے۔ حالاں کہ نیک بندوں کی عبادت پر لالچ کرنی چاہیے تھی نہ کہ ان دنیاداروں پر جن کے دلوں میں

۱۵۸؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۳۴، (۵۲۴۷) کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۵۹؎ مظاھر حق: ۴/۴۹،

۱۶۰؎ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۹۵، (۴۱۰۵) باب الدنیا سجن المؤمن، المکتب الاسلامی

ہزاروں فکر و پریشانی بھری ہے اور اطمینانِ قلبی صرف اللہ والوں کو عطا ہوتا ہے، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گورِ کافر پر حِلَل
واندروں قہرِ خدائے عز و جل

ترجمہ: باہر سے یہ امیر لوگ کافر کی قبر کی طرح پُر بہار ہیں اور اندر کافر کی قبر میں جس طرح عذاب ہو رہا ہے اسی طرح نافرمان دنیا دار کے قلب میں فکر و پریشانی اور بے سکونی کا عذاب ہو رہا ہے۔

۸۰-وَعَنْ عَبْدِ اللہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ[۱۶۱]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قحط ہے، جب وہ دنیا سے جدا ہوتا ہے تو قید خانہ اور قحط سے نجات پاتا ہے۔

تشریح: قید خانہ اور قحط ہے کہ ہمیشہ محنت اور تنگیٔ معاش میں رہتا ہے یعنی اگر دنیا کی نعمت بھی مومن کو مل جاوے پھر بھی آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں یہاں کی راحتیں اور نعمتیں قید خانہ اور قحط کا حکم رکھتی ہیں، یا مراد یہ ہے کہ مومن ہمیشہ طاعت اور عبادت اور مجاہدہ کی زندگی گزارتا ہے اور اس محنت آباد سے خلاصی کا شوق رکھتا ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ لَایَخْلُو الْمُؤْمِنُ مِنْ قِلَّۃٍ اَوْ عِلَّۃٍ اَوْ ذِلَّۃٍ وَقَدْ یَجْتَمِعُ لِلْمُؤْمِنِ الْکَامِلِ جَمِیْعُ ذٰلِکَ[۱۶۲]

ترجمہ: نہیں خالی ہوتا مومن مال کی کمی یا بیماری یا ذلت سے، کبھی مومنِ کامل میں یہ سب جمع ہوتے ہیں۔

---

۱۶۱ مسند احمد: ۱۱/۶۴۲، (۶۸۵۵)، مؤسسۃ الرسالۃ/مجمع الزوائد: ۱۰/۵۱۵، (۱۸۰۷۹)، باب الدنیا سجن المؤمن، مکتبہ دار الفکر، بیروت/شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۹۷، (۴۱۰۶)، باب الدنیا سجن المؤمن، المکتب الاسلامی

۱۶۲ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۳۵، (۵۲۴۹)، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۱-وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظَلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سَقِیْمَہُ الْمَاءَ-رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ [۱۶۳]

ترجمہ: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے اس کو دنیا سے بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح استسقاء اور ضعفِ معدہ وغیرہ کے مریضوں کو پانی سے بچایا جاتا ہے بوجہ نقصان کرنے کے اسی طرح حق تعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں اس کو دنیا کے مال اور جاہ اور منصب اور تمام اُن باتوں سے بچاتے ہیں جو اس بندہ کے دین کے لیے نقصان کا سبب ہونے والی ہوں اور جس سے اس کی آخرت کا نقصان ہو۔

۸۲- وَعَنْ مَّحْمُوْدِ ابْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِثْنَتَانِ یَکْرَھُھُمَا ابْنُ اٰدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ وَیَکْرَہُ قِلَّۃَ الْمَالِ وَقِلَّۃُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ [۱۶۴]

ترجمہ: حضرت محمود ابنِ لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں ہیں جن کو آدم کا بیٹا بُرا سمجھتا ہے۔ ایک تو موت کو حالاں کہ موت مومن کے لیے فتنہ سے بہتر ہے، دوسرے مال کی کمی کو حالاں کہ مال کی کمی حساب میں کمی کی موجب ہے۔

تشریح: فتنہ سے مراد گرفتاریٔ شرک اور کفر اور گناہ ہے، اس فتنہ سے مومن کی موت بہتر ہے، لیکن اگر دنیا کی کوئی مصیبت اور تکلیف ہے تو یہ مومن کے لیے گناہوں کے معاف ہونے کا کفارہ ہے اور درجات بلند ہونے کا سبب ہے پس ایسی صورت میں موت کی تمنا جائز نہیں۔ اسی طرح مال کی کمی سے مومن کو خوش ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن

---

[۱۶۳] جامع الترمذی: ۲/۲۳، ابواب الطّب، باب ما جاء فی الحمیۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

[۱۶۴] مسند احمد: ۳۹/۳۶، (۲۳۶۲۵)، مؤسسۃ الرسالۃ/ مجمع الزوائد: ۳/۶۲، ۳۹۰۴، باب فی من احب لقاء اللہ تعالٰی، مکتبۃ دار الفکر، بیروت

حساب مختصر ہوگا، نیز مال زیادہ کمانے کی مشقت اور فکر وپریشانی فقر کی محنت سے کم نہیں، اور بقدرِ ضرورت پر قناعت میں آخرت کی تیاری کا وقت زیادہ ملتا ہے اور دل میں نرمی اور صفائی خوب رہتی ہے۔[۱۶۵]

۸۳-وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَّلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ وَّمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ[۱۶۶]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (اللہ کے دین کے اظہار کے سبب) ڈرایا گیا اور (میرے ساتھ) کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا (یعنی ابتدائے اظہارِ اسلام میں کوئی میرے ساتھ نہ تھا) اور مجھ کو اللہ کے دین میں ایذا دی گئی اور کسی کو ایذا نہیں دی گئی میرے ساتھ، اور البتہ مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں اس طرح گزریں کہ میرے اور بلال کے لیے کھانا نہ تھا وہ کھانا جس کو ہر جگر رکھنے والا کھاتا ہے مگر ایک نہایت خفیف سی چیز جس کو بلال بغل میں چھپائے رہتے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کے معنیٰ یہ بیان کیے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تیزی سے باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانے کی چیزوں میں سے صرف اتنا تھا جس کو وہ بغل میں دبائے رہتے تھے۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر میں ڈرایا گیا دین

---

۱۶۵ مرقاۃ المفاتیح:۹/۴۳۷،(۵۲۵۱)،باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ،بیروت/مظاہر حق:۴/۵۱

۱۶۶ جامع الترمذی:۲/۷۳،ابواب صفۃ القیٰمۃ،ایچ ایم سعید/شرح السنۃ للبغوی:۱۴/۲۷۶،(۴۰۸۰)،باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم،المکتب الاسلامی

کی راہ میں اور جس قدر اذیت دیا گیا اس قدر کوئی نبی نہ توڈرایا گیا اور نہ اذیت دیا گیا، اس لیے کہ ایذا ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے مطابق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے عالی تر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر خواہش اُمت کے ایمان اور ہدایت کی سب سے زیادہ تھی۔ اور یہ جو روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے حالاں کہ ہجرت کے وقت حضرت بلال نہ تھے تو یہ قصہ غالباً اس وقت کا ہے جب ابوطالب کا انتقال ہوا اور اسی کے قریب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے، اس وقت ابتلا اور اذیت کفار کی طرف سے بہت بڑھ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے تین ماہ بعد مکہ سے طائف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک ماہ تک وہاں تبلیغ فرمائی لیکن کسی نے نہ مانا اور اپنے لڑکوں کو اور نادانوں کو لگا دیا یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارتے تھے حتیٰ کہ آپ کے خونِ مبارک سے آپ کے نعلین مبارک آلودہ ہوگئے اور یہ لوگ خوب ہنستے۔ پروردگارِ عالم نے ایک ابر بھیجا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اگر آپ فرمائیں تو پہاڑوں کو ملا دیا جاوے اور ان کفار کو پیس دیا جاوے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ ان کفار کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہو جو ایمان لاوے۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہونے کا امکان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۸۴-وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ[۱۶۷]

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا دکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۶۷] جامع الترمذی: ۶۲/۲، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید/ شرح السنة للبغوی: ۲۷۶/۱۴، (۴۰۷۹)، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتب الاسلامی

نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا۔ اور آپ کے اس طرزِ عمل میں مساکین وفقرائے اُمت کے لیے بڑی تسلی ہے۔

۸۵- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً[۱۶۸]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء صحابہ کو جب بھوک نے ستایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کھجور عطا فرمائی۔

تشریح: یعنی فقر و تنگیٔ رزق ان حضرات پر اس قدر زیادہ تھی کہ کبھی ایک ہی کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔

۸۶-وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَّنْ نَّظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَّمَنْ نَّظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا-رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۱۶۹]

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور صابر لوگوں میں لکھ دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ دینی اُمور

---

۱۶۸ جامع الترمذی:۲/۴۷،ابواب صفة القیٰمة،ایچ ایم سعید

۱۶۹ جامع الترمذی:۲/۷۷،ابواب صفة القیٰمة،ایچ ایم سعید/شرح السنة:۱۴/۲۹۳،(۴۱۰۲)،باب النظر الٰی من هو اسفل منه،المکتب الاسلامی

میں جو کسی شخص کو اپنے سے بہتر وبرتر دیکھے تو اس کی اقتدا کرے اور دنیاوی اُمور میں اُس شخص کو دیکھے جو اس سے کم تر درجہ کا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے کہ اس نے اس شخص پر اس کو فضیلت بخشی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاکر (اس لیے کہ اس نے کم تر درجہ کے شخص کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا ہے) اور صابر (اس لیے کہ اس نے اپنے سے بالاتر شخص کو دیکھ کر صبر کیا) لکھ دیتا ہے، اور جو شخص دین میں اس شخص کو دیکھے جو اس سے کم ہے اور دنیا میں اس شخص کو دیکھے جو اس سے بالاتر ہے پھر غم کرے اس چیز پر جو اس سے فوت ہوئی یعنی مال وغیرہ تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر اور شاکر قرار نہیں دیتا۔

تشریح: صابر وشاکر کرتا ہے یعنی حق تعالیٰ اس پر عمل کرنے والے کو مومنِ کامل کرتا ہے۔[۱۷۰]

حدیثِ مذکور میں تعلیم ہے کہ اُمورِ دنیا میں اپنے سے کم تر انسان کو دیکھے اور دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر انسان کو دیکھے۔ اس کا انعام اور ثمرہ یہ ہوگا کہ اپنے سے کم تر اور غریب کو دیکھ کر اس کو شکر کی توفیق ہوگی اور قلب حسرت اور رنج اور غم سے امن اور سکون میں رہے گا برعکس اگر اپنے سے امیر اور مال دار اور عیش والے کو دیکھتا تو حسرت اور غم سے قلب بے سکون ہو جاتا اور ناشکری سے نعمتِ موجودہ کے زوال کا اور عذابِ الٰہی کا خطرہ الگ۔

اس طرح دین کے معاملے میں اپنے سے زیادہ علم اور عبادت والے کو دیکھنے سے اپنی عبادت سے ناز اور غرور ٹوٹ جاوے گا اور زیادہ عبادت کی حرص پیدا ہوگی۔ تو عجب اور تکبر سے نجات اور توفیق زیادتیٔ عبادت کی کس قدر بڑی نعمت ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اس اُصول پر زندگی گزارنے سے روح اور قلب کو جو سکون ملتا ہے وہ دنیا کے کسی اُصول سے نہیں حاصل ہو سکتا۔ یہی وہ علومِ نبوت ہیں جو حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کو قوی تر کرتے ہیں کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علم حق تعالیٰ کے سرچشمۂ علم سے منعکس ہو کر ہم تک پہنچا۔

---

[۱۷۰] مظاہر حق: ۴/۵۴

فصلِ سوم

۸۷- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَشَّرْ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْ مِنْهُمْ- رَوَاهُ الدَّارَمِيُّ[۱۷۱]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجدِ نبوی میں بیٹھے تھے اور فقرائے مہاجرین کا حلقہ جما ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فقرائے مہاجرین کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے میں اٹھا اور فقرائے مہاجرین کی طرف متوجہ ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرائے مہاجرین کو وہ بشارت پہنچا دینی چاہیے جو ان کے چہروں کو شگفتہ کردے۔ (اور وہ بشارت یہ ہے کہ) وہ جنّت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا (یہ سن کر) فقرائے مہاجرین کے چہروں کا رنگ روشن ہوگیا۔ عبد اللہ ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فقرائے مہاجرین کو خوش پاکر میں نے اپنے دل میں یہ آرزو کی کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا یا ان میں سے ہوتا۔

تشریح: اسی باب میں فصلِ دوم کی حدیث نمبر ۷۵ اور ۷۶ میں ہوچکی ہے۔

۸۸- وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِيْ خَلِيْلِيْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِيْ بِحُبِّ الْمَسٰكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنِيْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقِيْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَيْئًا وَّاَمَرَنِيْ اَنْ

[۱۷۱] سنن الدارمی: ۱۸۷۹/۳، (۲۸۸۶)، باب فی دخول الفقراء الجنة قبل الاغنیاء، دار المغنی للنشر والتوزیع

اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَاِنَّھُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ-رَوَاہُ اَحْمَدُ[۱۲۷]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے خلیل جانی دوست نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے: حکم دیا مجھ کو یہ کہ میں مساکین سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں، اور یہ حکم دیا کہ میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھوں اور اپنے سے بالاتر لوگوں کو نہ دیکھوں، اور یہ حکم دیا کہ میں قرابت داروں سے ناتے بندی کو قائم رکھوں اگرچہ خود رشتہ دار ہی قرابت داری کو منقطع کر دیں، اور یہ حکم دیا کہ میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، اور یہ حکم دیا کہ میں سچی بات کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو، اور حکم دیا کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں، اور یہ حکم دیا کہ میں اکثر لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا رہوں۔ یہ تمام عادتیں اور باتیں اس خزانہ کی ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے۔

تشریح: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ معنوی خزانہ ہے جو عرشِ رحمٰن کے نیچے ہے اور وہاں تک کوئی نہ پہنچے گا مگر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی برکت سے، یا خزانہ سے مراد جنّت کے خزانے ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہیں اس لیے جنّت کی چھت عرش ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اس کلمہ کو پڑھا تو ارشاد فرمایا کہ اے عبد اللہ بن مسعود! جانتے ہو کہ کیا تفسیر ہے اس کی؟ عرض کیا کہ اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں اس کو۔ ارشاد فرمایا کہ اس کلمہ کا مفہوم یہ ہے کہ نہیں کوئی گناہوں سے محفوظ رہ سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور نہیں کوئی نیک عمل ہو سکتا ہے مگر حق تعالیٰ کی مدد سے۔ اِنْتَھٰی مشائخِ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے اپنے طالبین کو وصیت فرمائی کہ اس کلمہ کا زیادہ وِرد رکھیں اور فرمایا کہ توفیقِ عمل کے لیے

---

[۱۲۷] مسند احمد: ۳۵/۳۲۷، (۲۱۴۱۵)، مؤسسۃ الرسالۃ

اس سے زیادہ بہتر کوئی کلمہ نہیں۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ** کا ورد طالبین کو بہت تاکید سے کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک بندہ اپنی طاقت پر نظر رکھتا ہے حق تعالیٰ کی مدد نہیں آتی۔ لیکن جب کہ کہتا ہے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ** تو گویا اس کلمہ سے اقرار کرتا ہے کہ میں ضعیف ہوں اور میرے اندر گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک اعمال کرنے کی طاقت آپ ہی کی مدد سے آئے گی، ہم ضعیف ہیں آپ قوی ہیں پس حق تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور توفیق کا خزانہ بھیج دیتے ہیں اور یہی توفیق جنّت تک رسائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر ہر روز ستر مرتبہ یہ کلمہ پڑھ لیا جاوے تو عمل کی توفیق کے لیے اکسیر ہے اور نماز سے پہلے پڑھ لے تو نماز عمدہ ادا ہو۔[۱۴۳]

۸۹- وَعَنْ مُّعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ- رَوَاهُ اَحْمَدُ[۱۴۴]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا تو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے آپ کو استراحت وتن آسانی سے بچا اس لیے کہ اللہ کے (خاص) بندے آرام وآسایش حاصل نہیں کرتے۔

تشریح: اس حدیث میں جس آرام وآسایش سے منع فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہ عیش وآرام ہے جس کے لیے ہر وقت ایسی فکر اور کاوش اور حرص کرنی پڑے جو آخرت کی طرف سے انسان کو غافل کر دے، اور اگر بے تکلف کیے اور بغیر کاوش واہتمام وحرص حق تعالیٰ کوئی راحت عطا فرمادیں اور اس پر شکر کی توفیق ہو اور آخرت سے غافل نہ کرے تو اس کی اجازت ہے مگر حق تعالیٰ کے اولیاء وعاشقین نے سادھی زندگی کو پسند فرمایا ہے اور عیش کی زندگی سے کنارہ کش رہے ہیں۔

۱۴۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۴۵-۴۴۶، (۵۲۵۹)، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۴۴؎ مسند احمد: ۳۶/۴۲۰، (۲۲۱۰۵)، مؤسسۃ الرسالۃ

۹۰- وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ [۱۷۵]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے دیے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مال جو ضرورت سے زائد ہو اس کا حساب دینا پڑے گا اور بقدرِ ضرورت تھوڑی دنیا پر اگر راضی رہے تو اس کے تھوڑے عمل سے حق تعالیٰ راضی ہو جاویں گے۔

سبکسار مردم سبکتر روند

ترجمہ: جس مسافر کے پاس سامان کم ہوتا ہے وہ سفر کو راحت سے طے کرتا ہے۔

۹۱-وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ [۱۷۶]

ترجمہ: حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن بندے کو دوست رکھتا ہے جو فقیر پارسا اور عیال دار ہو۔

تشریح: یعنی باوجود عیال دار ہونے کے اور فقیر ہونے کے حرام سے اور سوال کرنے سے بچتا ہے۔ پس ایسے شخص کو حق تعالیٰ دوست رکھتے ہیں بوجہ اس کے مومنِ کامل ہونے کے۔

۹۲-وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ

---

[۱۷۵] الجامع الصغیر: ۳۲۸/۲، (۸۷۰۵)، باب حرف المیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت / کنز العمال: ۳۹۴/۳، (۷۱۱۲)، الکتاب الثالث فی الاخلاق، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۷۶] سنن ابن ماجۃ: ۴۴۰، (۴۱۲۱)، باب فضل الفقر، المکتبۃ الرحمانیۃ

عَنْهُ فَجِيْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ إِنَّهُ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ أَسْمَعُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَأَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ حَسَنٰتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ[١٧٧]

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز پانی مانگا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی لایا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ پاک (اور حلال اور لذیذ و خوشگوار) ہے لیکن میں اس کو نہیں پیتا اس لیے کہ میں خداوند بزرگ و برتر سے یہ سنتا ہوں کہ اس نے ایک قوم پر عیب لگایا تھا خواہشاتِ نفس کے اتباع کا اور فرمایا: تم نے اپنی لذتوں اور نعمتوں کا پورا پورا فائدہ اپنی دنیاوی زندگی میں پالیا، پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ایسی نہ ہوں جن کا ثواب جلد دیا گیا ہو یعنی دنیا ہی میں، پس اس پانی کو نہیں پیا۔

تشریح: یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلندیٔ مرتبتِ شانِ تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حضرات تھے کہ حلال اور جائز لذتوں سے بھی ڈرتے تھے کہیں آخرت کا ثواب ان نعمتوں کے بدلے کم نہ ہو جاوے اور آج ہمارے ایمان ہیں کہ حرام سے بچنے کا حکم بھی مشکل اور گراں محسوس کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنی توفیق سے ہماری مدد فرمائیں، آمین۔

٩٣- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ[١٧٨]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے کبھی کھجوروں سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کرلیا۔

---

[١٧٧] مرقاۃ المفاتیح: ٩/٤٥٠، (٥٢٦٦)، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی الله علیه وسلم دارالکتب العلمیة، بیروت/جامع الاصول فی احادیث الرسول: ٤/٦٨٠-٦٨١، (٢٤٢٨)، الکتاب الثانی فی الزهد والفقر، الفصل الاول فی مدحهما والحث علیهما، مکتبة الحلوانی

[١٧٨] صحیح البخاری: ٢/٦٠٩، (٤٢٥١)، باب غزوۃ خیبر، ذکره بلفظ ما شبعنا حتی فتحنا خیبر، المکتبة المظهریة/ جامع الاصول فی احادیث الرسول: ٤/٦٨٧-٦٨٨، (٢٨٠١)، الکتاب الثانی فی الزهد والفقر، مکتبة الحلوانی

بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ

حرص وآرزو کا بیان

فصلِ اوّل

۹۴-وَعَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُّرَبَّعًا وَّخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِیْ هُوَ فِی الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِیْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِیْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَأَهٗ هٰذَا نَهَسَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَأَهٗ هٰذَا نَهَسَهٗ هٰذَا-رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ[١٧٩]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا اور ایک خط مربع کے درمیان کھینچا جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور پھر چھوٹے چھوٹے خط درمیان کے خط میں اس کے دونوں جانب کھینچے:
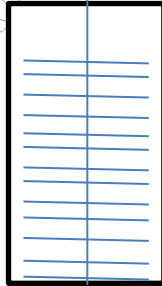
اور فرمایا: یہ درمیانی خط انسان ہے اور یہ مربع اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیانی خط کا حصہ جو مربع سے باہر ہے وہ اس کی آرزو ہے

---

١٧٩ جامع الترمذی:٢/٧٢،ابواب صفة القیٰمة والرقائق والورع،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجة:٤٤٩، (٤٢٣١)،باب الامل والاجل،المکتبة الرحمانیة/شرح السنة للبغوی:١٤/٢٨٦،(٤٠٩٣)،باب طول الامل والحرص،المکتب الاسلامی

اور درمیانی خط میں دونوں طرف جو چھوٹے چھوٹے خط ہیں وہ عوارض ہیں (یعنی آفات وبلیلات وامراض وغیرہ جو ہر جانب سے آدمی پر متوجہ ہیں کہ اس کو پیش آویں اور ہلاک کریں) پس اگر ایک عارضہ اور حادثہ سے انسان بچ گیا تو پھر دوسرا ہے اور دوسرے سے بچ گیا تو تیسرا ہے (اسی طرح متعدد عوارض وحوادث تاک میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔)

تشریح: حاصل یہ کہ آدمی اُمیدیں دراز رکھتا ہے۔ اور ایک آرزو پوری ہو جاتی ہے تو دوسری آرزو کو پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور ان ہی اُمیدوں میں پھنس کر آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے کہ اچانک اسے موت پکڑ لیتی ہے اور بہت سی تمناؤں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' پس عقل مند وہ ہے جو آخرت کے کاموں میں غفلت نہ کرے اور اپنے اعمال کو درست رکھے۔

۹۵-وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمْرِ-مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ[۱۸۰]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں یعنی مال اور عمر کی زیادتی کی حرص۔

تشریح: انسان بوڑھا ہوتا ہے تو اس کی قوت اور ارادے میں کمزوری آجاتی ہے اور مال اور عمر کی حرص قوی تر ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ
قوتِ برکندنِ اوکم شدہ

ترجمہ: بُری عادتوں کی جڑیں تو مضبوط ہو گئیں اور ان کو اکھاڑنے والی قوت گھٹ گئی اور کمزور پڑ گئی ۔

---

۱۸۰ صحیح البخاری:۲/۹۵۰،(۶۴۵۶-۶۴۵۷)،باب من بلغ ستین سنۃ فقد أعذر اللہُ الیہ فی العمر، المکتبۃ المظھریۃ/ صحیح مسلم:۱/۳۳۵،کتاب الزکوٰۃ،باب کراھیۃ الحرص علی الدنیا،ایچ ایم سعید/ جامع الترمذی:۲/۷۲،ابواب صفۃ القیٰمۃ والرقائق والورع،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ:۴۴۹، (۴۲۳۴)،باب الامل والاجل،المکتبۃ الرحمانیۃ

آں درختِ بد قوی تر می شود
برکنندہ پیر و مضطر می شود

ترجمہ: بُرائی کا درخت تو مضبوط ہوتا ہے اور اکھاڑنے والا روز بروز بوڑھا اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔

۹۶- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَزَالُ قَلْبُ الْكَبِیْرِ شَابًّا فِی اثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ- مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ[181]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا بوڑھے کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان رہتا ہے یعنی دنیا کی محبت میں اور آرزو کی درازی میں۔

تشریح: دنیا کی محبت کے سبب اس کو موت سے کراہت ہوتی ہے اور آرزو کی درازی سے نیک اعمال میں تاخیر کرتا ہے۔

۹۷- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَی امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰی بَلَّغَهٗ سِتِّیْنَ سَنَةً- رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ[182]

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذر کا کوئی موقع نہیں رکھا جس کی موت میں مہلت دی یہاں تک کہ ساٹھ سال کی عمر عطا فرمائی۔

تشریح: یعنی اتنی عمر بخشی اور فرصت دی اور پھر بھی توبہ اور عذر خواہی اپنے رب سے نہ کی اور نہ گناہ چھوڑا۔ آخر عذر کے لیے کیا گنجایش اب اس کے پاس ہے جو کہتا ہے کہ جب بڈھا ہوں گا تو توبہ کرلوں گا۔ اس حدیث سے ۶۰ برس کی عمر والے بوڑھوں کو عمل کی فکر تیز کردینی چاہیے اور عمل کا احساس پیدا ہوجانا چاہیے۔

۱۸۱؎ صحیح البخاری: ۹۵۰/۲، (۶۴۵۶)، باب من بلغ ستین سنۃ فقد أعذر اللہ الیہ فی العمر، المکتبۃ المظہریۃ

۱۸۲؎ صحیح البخاری: ۹۵۰/۲، (۶۴۵۵)، باب من بلغ ستین سنۃ فقد أعذر اللہ الیہ فی العمر، المکتبۃ المظہریۃ

۹۸- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَّلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ [۱۸۳]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا: اگر آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں تب بھی وہ تیسرے جنگل کو تلاش کرے گا اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی مگر (قبر کی) مٹی (یعنی جب تک گور میں نہیں چلا جاتا حرص بھی نہیں جاتی اور یہ حکم بہ اعتبار اکثر کے ہے) اور اللہ تعالیٰ (حرصِ مذموم سے) جس بندے کی توبہ کو چاہے قبول کرلیتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کی حرص قبر ہی میں جاکر ختم ہوگی تو عمل شروع کرنے کے لیے حرص کے ختم ہونے کا انتظار کرنا سخت نادانی ہوگی اور حق تعالیٰ کا فضلِ خاص جس بندے پر ہوجاوے تو وہ زندگی میں بھی حرص سے پاک ہوجاتا ہے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

۹۹- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ [۱۸۴]

---

[۱۸۳] صحیح البخاری: ۲/۹۵۲، (۶۴۷۲)، باب مایتقی من فتنۃ المال، المکتبۃ المظھریۃ/صحیح مسلم: ۱/۳۳۵، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھیۃ الحرص علی الدنیا، ایچ ایم سعید/جامع الترمذی: ۲/۵۹، باب ماجاء لوکان لابن اٰدم وادیان من مال لابتغی ثالثا، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ: ۴۴۹، (۴۲۳۵)، باب الامل والاجل، المکتبۃ الرحمانیۃ

[۱۸۴] صحیح البخاری: ۲/۹۴۹، (۶۴۵۲)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، المکتبۃ المظھریۃ/جامع الترمذی: ۲/۵۹، باب ماجاء فی قصر الامل، ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۱۴/۲۳۱، (۴۰۲۹)، باب قصر الامل، المکتب الاسلامی/ مسند احمد: ۸/۳۸۳، (۴۷۶۴)، مؤسسۃ الرسالۃ، ھذا لفظ الترمذی وذکرہ البخاری بدون زیادۃ عد نفسک من اھل القبور

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصے کو (یعنی میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑا جیسا کہ حسبِ عادتِ شریفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرتے وقت پکڑتے) اور فرمایا: تو دنیا میں اس طرح رہ گویا تو ایک مسافر ہے بلکہ تو راہ کا گزرنے والا ہے اور اپنے آپ کو ان مُردوں میں سے شمار کر جو قبروں کے اندر ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں اَوْ معنیٰ میں بَل کے ہے اور بَل ترقی کے لیے آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر تو کہیں کچھ دیر یا کچھ دن کے لیے ٹھہر بھی جاتا ہے لیکن راستہ عبور کرنے والا تو کسی چیز سے دل نہیں لگاتا۔

مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ جس طرح موت کے سبب تمام تعلقاتِ دنیا سے علیحدگی ہو جاتی ہے اہل وعیال، اولاد، رشتہ دار، دوست، آشنا، مکان، کاروبار سے اسی طرح مومن زندگی ہی میں دل کو حق تعالیٰ کی محبت سے اس طرح معمور کرتا ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے الگ رہتا ہے[۱۸۵]

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلاکشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

اخترؔ

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیارِ دل
سج رہا ہے شاہِ خوباں کے لیے دربارِ دل

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اور خود کو اور تمام اہل وعیال اور دولت ومکان وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتا ہے۔ نہ تو اس کے ہونے سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ خدا کو بھول جاوے اور ان کے لیے حرام اور

---

۱۸۵ مرقاۃ المفاتیح: ۴/۶۳، ۱۶۰۵)، کتاب الجنائز، باب تمنی الموت وذکرہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مکروہ فعل کرنے لگے اور نہ ان کے جانے سے اتنا غم کرتا ہے کہ آخرت سے غافل ہو جاوے یا حق تعالیٰ کی طرف سے شکایت پیدا ہو۔ اسی طرح اپنی خواہشاتِ نفسانیہ سے منہ پھیرتا ہے اور دل میں اس کے کوئی مطلوب اور محبوب اور مقصود سوائے حق تعالیٰ شانہٗ کے نہ ہو اور موت کے سبب تو مجبوراً گناہ نہیں کر سکتا۔ لیکن زندگی میں اختیار ہوتے ہوئے گناہ کو ترک کرتا ہے صبر اور مجاہدہ سے پس ایسا شخص گویا کہ مُردوں کے مشابہ ہے تارکِ دنیا ہونے میں۔

اور یہی شرح ہے **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** کی۔ ترجمہ: موت اختیار کرو قبل اس کے کہ موت آجاوے۔ پس اختیاری موت کا مفہوم یہی ہے جس کی تشریح اوپر ہوئی یعنی اپنے ارادے اور اختیار کو حق تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینا۔

فصلِ دوم

۱۰۰۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّبِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّيْ نُطَيِّنُ شَيْئًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللهِ قُلْتُ شَيْءٌ نُّصْلِحُهٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ[۱۸۶]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابنِ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ میں اور میری ماں مٹی سے کچھ مرمت یا درستی کر رہے تھے (یعنی دیوار یا چھت کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ یعنی یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ایک چیز ہے یعنی دیوار جس کو ہم درست کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت اس سے بھی جلد آنے والی ہے۔

تشریح: گھر کے خراب ہونے سے موت زیادہ قریب تر ہے پس اصلاحِ عمل زیادہ

۱۸۶ جامع الترمذی: ۶۹/۲، باب ماجاء فی قصر الامل، ایچ ایم سعید/سنن ابی داؤد: ۳۵۴/۲، باب فی البناء، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ: ۴۴۳، (۴۱۶۰)، باب فی البناء، المکتبۃ الرحمانیۃ/مسند احمد: ۴۶/۱۱، (۶۵۰۲)، مؤسسۃ الرسالۃ، ذکروہ معنیً

ضروری ہے گھر کی اصلاح اور درستی سے۔ گھر سے دل لگانا بے کار ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی یہ تعمیر ضرورت کے لیے نہ رہی ہوگی بلکہ صرف زینت اور مضبوطی کے لیے ہوگی ورنہ ضرورت پر تعمیر مذموم نہیں۔[۱۸۷]

۱۰۱- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُهْرِقُ الْمَاءَ فَيَتَيَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّ الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيْبٌ يَقُوْلُ مَايُدْرِيْنِىْ لَعَلِّىْ لَا اَبْلُغُهٗ[۱۸۸]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیشاب کرتے اور مٹی سے تیمم فرمالیتے۔ میں عرض کرتا: یارسول اللہ! پانی قریب ہے۔ آپ فرماتے: کس چیز نے مجھ کو بتایا ہے (یعنی کیا خبر ہے) شاید اس پانی تک نہ پہنچ سکوں۔ (یعنی پانی تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے)

۱۰۲- وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ[۱۸۹]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آدمی ہے اور یہ اس کی موت اور یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ گدی کے قریب رکھا (یعنی موت اتنی قریب ہے) پھر ہاتھ کو پھیلایا (اور گدی سے دور لے گئے) اور فرمایا: اس جگہ انسان کی آرزو ہے یعنی دور تر ہے (یعنی موت قریب ہے اور انسان کی آرزو دور دراز)۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انسان کی موت قریب ہوتی ہے اور وہ دور دور کی اُمیدوں میں

---

۱۸۷ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۵۸-۴۵۹، (۵۲۷۵)، کتاب الرقاق، باب الامل والحرص، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۸۸ مسند احمد: ۴/۳۷۴، (۲۶۱۴)، مؤسسۃ الرسالۃ/شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۳۲، (۴۰۳۱)، باب قصر الامل، المکتب الاسلامی

۱۸۹ جامع الترمذی: ۲/۵۹، باب ماجاء فی قصر الامل، ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۹، (۴۲۳۲)، باب الامل والاجل، المکتبۃ الرحمانیۃ/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۸۵، (۴۰۹۲)، باب طول الامل والحرص، المکتب الاسلامی

مشغول ہوتا ہے اور اس طرح عمل میں سستی اور تاخیر کرتا رہتا ہے کہ اچانک اسے موت آکر اعمال سے محروم کر کے دنیا سے لے جاتی ہے۔ پس اس نادانی سے ہوشیاری ضروری ہے۔

۱۰۳- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِہٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَا قَالُوْا اَللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا الْاَجَلُ اُرَاہُ قَالَ وَھٰذَا الْاَمَلُ فَیَتَعَاطَی الْاَمَلُ فَلَحِقَہُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ- رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ[۱۹۰]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے ایک لکڑی زمین میں گاڑی پھر ایک لکڑی اس لکڑی کے پہلو میں اور ایک لکڑی ان سے بہت دور نصب کی اور پھر فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لکڑی (یعنی پہلی لکڑی) انسان ہے اور یہ لکڑی (دوسری جو اس کے پہلو میں ہے) موت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تیسری لکڑی کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور یہ اُمید ہے، انسان اُمید اور آرزوؤں میں گرفتار رہتا ہے کہ موت آرزوؤں کے ختم ہونے سے پہلے آجاتی ہے۔

تشریح: پس اُمیدوں کے ساتھ پوری طرح عمل کی فکر و محنت بھی کرتا رہے تا کہ موت جب آوے تو عمل کی حسرت نہ رہے اور آخرت کا نقصان نہ ہو۔

۱۰۴- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلٰی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّھُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِکَ[۱۹۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان میں ہیں اور

---

۱۹۰ شرح السنۃ للبغوی: ۲۸۵/۱۴، (۴۰۹۱)، باب طول الامل والحرص، المکتب الاسلامی/ مسند احمد: ۲۱۳/۱۷، (۱۱۱۳۲)، مؤسسۃ الرسالۃ

۱۹۱ جامع الترمذی: ۵۹/۲، باب ما جاء فی اعمار ھذہ الامۃ، ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجۃ: ۳۴۹، (۴۲۳۶)، باب الامل والاجل، المکتبۃ الرحمانیۃ

بہت کم ہیں ایسے لوگ جن کی عمر اس سے زیادہ ہو۔

لٰہذا زیادہ زندگی کی اُمید سے عمل میں تاخیر نہ کرے۔

فصلِ سوم

۱۰۵-وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۱۹۲]

ترجمہ: حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اُمت کی پہلی نیکی یقین اور زہد ہے اور پہلا فساد بخل اور آرزو ہے۔

تشریح: یقین سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے رزاق ہونے پر یقین ہو جیسا کہ ارشاد ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا[۱۹۳] ترجمہ: اور نہیں ہے چلنے والا کوئی زمین پر مگر اس کی روزی حق تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اور یہ ذمہ بطور احسان و فضل کے ہے یعنی وجوبِ تفضّلی اور احسانی ہے نہ کہ وجوب قانونی اور ضابطہ۔ اور زہد کا مفہوم بے رغبت ہونا ہے دنیائے فانی سے، پس جب حق تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین ہو گا بخل نہ کرے گا اور جب دنیا سے بے رغبت ہو گا زیادہ آرزو میں مبتلا ہو کر اعمال سے غافل نہ ہو گا۔ اُصول کے لحاظ سے چار باتوں پر یقین پیدا ہو جاوے تو دین کامل عطا ہو:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین ہونا کہ بدون اس کے حکم کے کچھ نہیں ہوتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رزق کی ضمانت پر یقین رکھنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا اعمالِ نیک پر جزا اور اعمالِ بد پر سزا دینے کا یقین ہونا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا تمام اعمال اور احوال پر مطلع ہونے کا یقین ہونا۔

---

۱۹۲ شعب الایمان للبیھقی: ۲۹۰/۱۳، (۱۰۳۵۰)، باب فی الزھد وقصر الامل، مکتبۃ الرشد

۱۹۳ ھود: ٦

اگر ان چاروں باتوں پر یقین ایسا حاصل ہو جو دل میں اتر جاوے تو انسان آخرت کے اعمال کے لیے فارغ ہو جاتا ہے اور غفلت اور سستی سے ہلاک نہیں ہوتا۔ یہ ارشاد شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو صاحب مظاہر حق نے نقل کیا ہے۔ اور شیخ قطبِ وقت امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے سالک کو دو باتیں حجاب میں رکھتی ہیں ایک رزق کی فکر، دوسرے خوف کرنا مخلوق سے۔

۱۰۶-وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيظِ وَالْخَشِنِ وَأَكْلِ الْجَشَبِ إِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَصْرُ الْأَمَلِ[194]

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دنیا میں زہد اس کا نام نہیں کہ موٹے اور سخت کپڑوں کو پہن لیا جائے اور بے مزہ کھانا کھالیا جائے بلکہ زہد حقیقت میں آرزوؤں کی کمی کا نام ہے۔

تشریح: پس زہد کا مفہوم قلب کا دنیا سے بے زار ہونا اور آخرت کی طرف راغب رہنا ہے یعنی دنیا اس کے پاس ہو لیکن دل میں نہ ہو وہ زاہد ہے، اور اگر دنیا پاس نہیں ہے مگر دل میں حرصِ دنیا گھسی ہوئی ہے تو یہ شخص زاہد نہیں۔

جس طرح کشتی کے نیچے پانی مضر نہیں بلکہ اس کی روانی کا ذریعہ ہے لیکن پانی کا کشتی کے اندر گھسنا اس کے ڈوبنے اور ہلاکت کا سبب ہے۔ اسی لیے فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ[195] ترجمہ: مالِ صالح اچھا ہے مردِ صالح کے لیے۔

یعنی صالح آدمی کے پاس جو مال ہوتا ہے وہ صحیح مصرف میں استعمال ہونے سے وہ بھی صالح ہو جاتا ہے۔ پس بعض صوفیا نے اپنے نفس کو حقیر رکھنے کے لیے عوام جیسا لباس پہنا ہے اور بعض نے امیروں کا لباس پہنا ہے اپنا حال چھپانے کے لیے۔ لیکن

۱۹۴ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۸۶، (۴۰۹۳)، باب طول الامل والحرص، المکتب الاسلامی

۱۹۵ مرقاۃ المفاتیح: ۷/۲۹۶، (۳۷۵۶)، کتاب الامارۃ والقضاء، باب رزق الولاۃ وھدایاھم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

اس لباس سے ان کو تفاخر نہیں ہوتا اور ضرورت پر وہ قیمتی کپڑے میں کمبل یا ٹاٹ کا پیوند بھی لگانے سے عار نہیں محسوس کرتے یعنی ان کی نظر میں کمخواب اور کمبل اور موٹے کپڑے برابر ہوتے ہیں۔

۱۰۷-وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَّسُئِلَ اَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيْبُ الْكَسْبِ وَقَصْرُ الْاَمَلِ[۱۹۶]

ترجمہ: حضرت زید بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: دنیا میں زہد کس چیز کا نام ہے؟ اس کے جواب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حلال کسب (روزی) اور اُمیدوں کی کمی۔

تشریح: کسب سے مراد کھانے پینے کی چیزیں جو حلال ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو فرمایا کُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا[۱۹۷] حلال طیب کھاؤ اور اچھا عمل کرو۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکیزہ اعمال کو پاکیزہ غذا سے خاص تعلق ہے اسی طرح حرام غذا سے حرام اعمال پیدا ہوتے ہیں۔ اور فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ[۱۹۸] اے ایمان والو! حلال چیزیں ہم نے تم کو جو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اور آرزو کا مختصر ہونا اس وقت مفید ہے جب کہ موت کے خوف سے آخرت کی تیاری یعنی اعمالِ صالحہ میں لگا رہے، اسی طرح دنیا سے بے رغبتی (یعنی زہد) اس شرط سے مفید ہے کہ دنیا کی یہ بے رغبتی آخرت کی رغبت کا سبب بن جائے۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ کسبِ حلال کو زہد میں کیا دخل ہے جو روایتِ بالا میں

---

۱۹۶ شعب الایمان للبیہقی: ۱۳/۲۵۳، (۱۰۲۹۳)، فصل فیما بلغنا عن الصحابۃ، مکتبۃ الرشد

۱۹۷ المؤمنون: ۵۱

۱۹۸ البقرۃ: ۱۷۲

مذکور ہے تو جواب یہ ہے کہ بہت سے نادان کم علم سمجھتے ہیں کہ ترکِ دنیا اور موٹے کپڑے پہننے اور سوکھی روٹی کھانے کا نام زہد ہے لہٰذا اس روایت سے اس عقیدے کی اصلاح مقصود ہے یعنی زہد کی حقیقت یہ ہے کہ حلال کھاوے اور بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے اور آرزو کو مختصر رکھے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زہد اس کا نام نہیں کہ نعمتِ حلال کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ یا اپنے مال کو ضایع کردے بلکہ زہد دنیا میں یہ ہے کہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ اعتماد اس پر کرے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں — تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دو جہاں
بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں — ایک تنکے سے کمزور ہے آشیاں
چشمِ تر خوں فشاں آہ شعلے سماں — ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں
کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں — اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
کیا جہاں میں نمودار خود ہوگئے؟ — ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
ہستیٔ انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود — تیرے اندر ہے وہ خالقِ دو جہاں
ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے — اس حماقت پہ ہے لعنتِ دو جہاں

یہ صدا سُن لو اختر کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کردو فدا اپنی جاں

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمْرِ لِلطَّاعَةِ

اللہ کی اطاعت کے لیے مال اور عمر سے محبت رکھنے کا بیان

فصلِ اوّل

۱۰۸- وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ- وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ فِي بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ[199]

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ متقی غنی اور گوشہ نشین بندے کو پسند کرتا ہے۔

تشریح: متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو ممنوع چیزوں سے بچے یا اپنا مال لہو ولعب میں نہ خرچ کرے، اور بعضوں نے کہا کہ متقی وہ جو حرام اور شبہات سے بچے اور پرہیز رکھے نفس کی بُری خواہشات سے اور مباحات سے۔ اور غنی سے مراد مال داری کے ساتھ تونگری ہے یا دل کا غنی ہونا ہے، اور دونوں باتوں کا جمع ہونا منافی نہیں کہ ظاہری مال داری کے ساتھ دل بھی غنی ہو اور حاصل یہ کہ مراد یہاں غنی شاکر ہے۔

بعضوں نے اس حدیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ غنی شاکر افضل ہے فقیر صابر سے لیکن تحقیق یہی ہے کہ فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے۔ اور خفی سے مراد یہ ہے کہ یا تو گوشہ نشین ہو، سب سے انقطاع ہو اور یکسو ہو کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتا ہو، یا مراد یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔ اور اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ گوشہ نشینی افضل ہے اختلاط سے۔

---

[199] صحیح البخاری: ۲/۷۵۱، (۵۰۴۱) باب اغتباط صاحب القرآن، المکتبة المظهرية/ ماجاء فی الحسد، ایچ ایم سعید جامع الترمذی: ۲/۱۵، باب / صحیح مسلم: ۲/۴۰۸، کتاب الرقاق، ایچ ایم سعید / سنن ابن ماجة: ۴۴۷، (۴۲۰۹)، باب الحسد، المکتبة الرحمانية

فصلِ دوم

۱۰۹- وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ- رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ[۲۰۰]

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا آدمی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں، پھر پوچھا: اور کون سا آدمی بُرا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل بُرے ہوں۔

تشریح: اچھے عمل زیادہ ہونے سے زندگی اچھی اور بُرے عمل کے زیادہ ہونے سے زندگی بُری ہو جاتی ہے، اور اگر بھلائی اور بُرائی برابر برابر ہو تو ایک لحاظ سے وہ خیر ہے اور ایک لحاظ سے شر ہے اور یہ صورت نادر ہے۔

۱۱۰- وَعَنْ عُبَیْدِ ابْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰخٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ اَحَدُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَہٗ بِجُمُعَۃٍ اَوْ نَحْوِھَا فَصَلَّوْا عَلَیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاقُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللہَ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ وَیَرْحَمَہٗ وَیُلْحِقَہٗ بِصَاحِبِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ صَلٰوتُہٗ بَعْدَ صَلٰوتِہٖ وَعَمَلُہٗ بَعْدَ عَمَلِہٖ اَوْ قَالَ صِیَامُہٗ بَعْدَ صِیَامِہٖ لَمَا بَیْنَھُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ[۲۰۱]

---

۲۰۰ جامع الترمذی:۲/۵۹، باب ماجاء فی طول العمر للمؤمن،ایچ ایم سعید/سنن الدارمی:۳/۱۸۰۲، (۲۷۸۴)، باب ای المؤمن افضل، دارالمغنی للنشر والتوزیع/ مسنداحمد:۲۰/۲۴۰، (۱۷۶۹۸)، مؤسسۃ الرسالۃ/ شرح السنۃ للبغوی:۵/۱۶،(۱۲۴۵)،باب فضل ذکر اللہ عزوجل،المکتب الاسلامی

۲۰۱ سنن ابی داؤد:۱/۳۴۲،باب فی النوریری عند قبر الشھید،ایچ ایم سعید/سنن النسائی:۱/۲۸۱،کتاب الجنائز، باب الدعاء،ایچ ایم سعید/مسند احمد:۲۹/۴۴۴،(۱۷۹۲۱)،مؤسسۃ الرسالۃ/شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۲۸۸، (۴۰۹۶)،باب استحباب طول العمر لطاعۃ،المکتب الاسلامی

ترجمہ: حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان اُخوّت کرادی تھی (یعنی بھائی بھائی بنادیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا اس کے بعد دوسرا بھی ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد (اپنے بستر پر) مر گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کے جنازے کی نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم نے نماز میں کیا پڑھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم نے اس کے لیے دعا کی کہ اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرمائے اور اس کو اس کے ساتھی کے پاس پہنچادے (جو شہید ہوا ہے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کے شہید ہونے کے بعد پڑھی اور وہ عمل کہاں گیا جو اس نے اس کے بعد کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے کہ اس کے وہ روزے کہاں گئے جو اس کے بعد اس نے رکھے ہیں۔ (یعنی جب تم نے شہید کے برابر مرتبے پر پہنچنے کی دعا اس کے لیے کی ہے تو اس کے ان اعمال کا ثواب کیا ہوا یعنی اس کا مرتبہ شہید سے زیادہ ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنّت کے اندر ان دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلے سے زیادہ ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ دوسرے شخص کا درجہ شہید سے زیادہ ہوا بوجہ اس کے اعمالِ صالحہ کے جو اس نے کیے اس کی شہادت کے بعد، لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ شہادت کا درجہ تو بہت زیادہ ہے اور اعمال سے خصوص جو جہاد کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی مرابط تھا، یعنی جہاد کی سرحد پر نگہبانی کرتا تھا اور نیت شہادت کی رکھتا تھا پس اپنی نیت کے مطابق جزا دیا گیا۔

۱۱۱-وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّ ثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ

اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ وَاَمَّا الَّذِىْ اُحَدِّثُكُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّ عِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِىْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ رَحِمَهٗ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِىْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَّزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِىْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَّا يَتَّقِىْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِىْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ وَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ- رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ[۲۰۲]

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور تم سے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں تم اس کو محفوظ رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں یہ ہیں کہ بندے کا مال صدقہ اور خیرات کرنے سے کم نہیں ہوتا (یعنی صدقہ کرنا اگرچہ بظاہر صورت میں نقصان ہے لیکن چوں کہ دنیا میں موجبِ خیر وبرکت اور آخرت میں حصولِ ثواب کا سبب ہے، اس لیے حکم میں زیادتی کے ہے نہ کہ نقصان کے) اور جس بندے پر ظلم وزیادتی کی جائے اور وہ اس پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے (یعنی اپنے نزدیک اس کو زیادہ معزز بنالیتا ہے جس طرح ظالم کو اپنے نزدیک ذلیل رکھتا ہے، یا مظلوم کی عزت انجام کار دنیا میں بڑھادیتا ہے جس طرح ظالم کو ظلم کے سبب ایک دن ذلت کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور اکثر معاملہ برعکس کردیا جاتا ہے کہ ظالم کو مظلوم کے آگے ذلیل کردیا جاتا ہے) اور جس بندے نے سوال

---

[۲۰۲] جامع الترمذی:۲/۵۷،کتاب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر،ایچ ایم سعید/ مسند احمد:۲۹/۵۶۲،(۱۸۰۳۱)،مؤسسة الرسالة/شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۸۹،(۴۰۹۷)،باب استحباب طول العمر للطاعة،المکتب الاسلامی

کا دروازہ کھولا (یعنی بغیر حاجت وضرورت محض زیادتیٔ مال کی غرض سے لوگوں سے مانگنا شروع کیا) اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر وافلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے (کہ طرح طرح کی حاجتیں اس کو پیش آتی ہیں یا اس سے وہ نعمت چھین لیتا ہے جو اس کے پاس ہے جس سے وہ نہایت خرابی میں پڑ جاتا ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حدیث کا میں نے ذکر کیا تھا اب اس کا بیان کرتا ہوں اس کو یاد رکھو۔ دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے: ایک تو اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا فرمایا پس وہ مال کو خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اور حرام کاموں میں خرچ نہیں کرتا) اور رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور اس مال میں سے مال کے حق کے موافق اللہ کے لیے خرچ کرتا ہے (مثل زکوٰۃ اور کفارات اور ضیافت وصدقات) اس شخص کا بڑا درجہ ہے اور دوسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور مال عطا نہیں فرمایا یہ بندہ علم کے سبب سچی نیت رکھتا ہے اور یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا اس کو بھی پہلے بندے کی مانند اجر ملے گا اور ثواب میں دونوں برابر ہوں گے۔ اور تیسرا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور علم نہیں دیا پس علم نہ ہونے کے سبب وہ اپنے مال کو بُری طرح خرچ کرتا ہے، نہ تو خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، نہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کا حق اپنے مال سے نکالتا ہے، نہ بندوں کا حق ادا کرتا ہے، یہ بندہ بدترین مرتبہ کا ہے۔ اور چوتھا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی نہیں دیا۔ اور علم بھی نہیں دیا وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں شخص کی طرح خرچ کرتا (یعنی بُرے کاموں میں) یہ بندہ اپنی نیت کے سبب مغلوب ہے اور اس کا گناہ تیسرے شخص کے گناہ کے مانند ہے۔

تشریح: یہاں نیت سے مراد عزمِ معصیت ہے۔ آدمی گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے۔ اور عزم وارادہ سے یہاں مراد یہ ہے کہ اس کی طرف سے گناہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی مگر اس کو کوئی مجبوری پیش آئی جس سے گناہ پر قدرت نہ پاسکا اور اگر قدرت پاتا تو ضرور گناہ کرلیتا۔ پس زنا کا ارادہ کیا تو اس ارادے کا گناہ ملے گا البتہ زنا کے ارادے کا گناہ زنا کے برابر نہیں ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ گناہ کا اگر صرف وسوسہ شیطان ڈالے تو اس کو ہاجس کہتے ہیں اس درجہ میں عمل کا ارادہ نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد درجہ ہم کا ہے یعنی قصد اور نیت کرنا کسی عمل کا پس خیر اور اچھے عمل کی نیت پر بھی کامل عمل کا ثواب ملتا ہے اور بُرے عمل کی نیت پر معین لکھا جاتا ہے اور اس کے بعد درجہ عزم کا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس پر مواخذہ ہوگا۔

۱۱۲- وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ فَقِیْلَ وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ[۲۰۳]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بھلائی کے کام کراتا ہے۔ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کے کام کیوں کر کراتا ہے یا رسول اللہ! فرمایا: موت سے پہلے اس کو عملِ نیک کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے زندگی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس میں زیادہ نیک کام کر سکتا ہے۔

۱۱۳- وَعَنْ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوٰھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[۲۰۴]

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

[۲۰۳] جامع الترمذی:۲/۳۶،کتاب الزھد، باب ماجاء ان اللہ کتب کتابا لاھل الجنۃ،ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی:۱۴/۲۹۰،(۴۰۹۸)،باب استحباب طول العمر للطاعۃ،المکتب الاسلامی/ مسند احمد:۱۹/۹۳-۹۴،(۱۲۰۳۶)،مؤسسۃ الرسالۃ

[۲۰۴] جامع الترمذی:۲/۲۷،ابواب صفۃ القیٰمۃ،باب ماجاء فی استحباب طول العمر للطاعۃ وغنی المال للخیر،ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجۃ:۴۵۱،(۴۲۶۰)،باب ذکر الموت والاستعداد لہ،المکتبۃ الرحمانیۃ/ مسند احمد:۲۸/۳۵۰،(۱۷۱۲۳)،مؤسسۃ الرسالۃ /شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۳۰۸،(۴۱۱۶)،باب الاجتناب عن الشھوات،المکتب الاسلامی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاقل و محتاط شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل اور فرماں بردار کرے اللہ تعالیٰ کے امر کا اور عمل کرے مابعد موت کے لیے، اور احمق و نادان وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا غلام ہو اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کا آرزو مند ہو۔

تشریح: یعنی بُرے اعمال کے ساتھ حق تعالیٰ سے یہ نیک اُمید رکھتا ہے کہ میرا رب کریم اور غفور ہے اور بُرائی کو ترک نہیں کرتا یہ سخت دھوکا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: **اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ**[۲۰۵]۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کاروں اور صالحین کے قریب ہے۔ اور ارشاد ہے: **اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ وَاَنَّ عَذَابِیۡ ھُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِیۡمُ**[۲۰۶] میں غفور رحیم ہوں اور بلاشبہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔ حاصل یہ کہ نیک عمل کرکے اُمیدوار رہے اور قبولیت کی دعا کرتا رہے اور ڈرتا رہے اس کے عذاب سے۔

علماء و مشایخ فرماتے ہیں کہ گناہ پر دلیر رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سہارے پر یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ صفتِ رزاقیت پر اعتماد کرکے کیا کوئی گھر بیٹھتا ہے؟ کہ روزی اس کے منہ میں آوے گی۔ وہاں تورات دن دوڑے دوڑے پھرتے ہیں اور صفتِ غفوریت پر اتنا یقین کہ اعمالِ صالحہ چھوڑ کر گناہوں پر دلیر ہیں۔ یہ محض حماقت اور دھوکا نہیں تو کیا ہے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون عمل کے جنّت کو طلب کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے اور اُمیدِ شفاعت رکھنا بے سبب و بے علاقہ ایک قسم ہے فریب کی۔ اور رحمت کی اُمید رکھنا بغیر عمل واطاعت جہالت وحماقت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون نیک اعمال کے آرزو اور اُمیدیں رکھنا یہ احمقوں کی وادی ہے، ایسی باطل اُمیدوں سے شیطان نے ان لوگوں کو بے وقوف اور بے عمل بنا رکھا ہے۔ بعض نے کہا **دَانَ نَفۡسَہٗ** کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ روز کرے۔ اگر اچھے اعمال ہوں تو شکر کرے، بُرے اعمال ہوں تو توبہ کرے اور تلافی کرے۔ قبل اس کے کہ قیامت کے دن حساب ہو۔

۲۰۵؎ الاعراف:۵٦

۲۰٦؎ الحجر:۴۹-۵۰

فصلِ سوم

۱۱۴-عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِیْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُمَاءٍ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَیِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِیْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَیْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَطِیْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِیْمِ-رَوَاهُ اَحْمَدُ[۲۰۷]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر غسل کرنے کی تری تھی، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگ دولت مندی کی گفتگو میں مشغول ہوگئے (کہ وہ اچھی ہے یا بُری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ گفتگو سن کر) فرمایا جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرے اس کے لیے دولت مندی بُری چیز نہیں ہے۔ اور متقی کے لیے صحت (جسمانی) دولت سے بہتر ہے اور خوش دلی وخوش حالی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

۱۱۵-وَعَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِیْمَا مَضٰى یُكْرَهُ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِیْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِیْ یَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَیْءٌ فَلْیُصْلِحْهُ فَاِنَّهٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ یَّبْذُلُ دِیْنَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا یَحْتَمِلُ السَّرَفَ-رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ[۲۰۸]

---

۲۰۷ سنن ابن ماجة: ۲/۲۰۷، (۲۱۴۱)، باب الحث علی المکاسب، المکتبة الرحمانیة / مسند احمد: ۲۶۸/۳۸، (۲۳۲۲۸)، مؤسسة الرسالة

۲۰۸ شرح السنة للبغوی: ۲۹۱/۱۴، (۴۰۹۸)، باب النظر الی من هو اسفل منه، المکتب الاسلامی

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں مال کو بُرا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل مال مومن کی ڈھال ہے۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ اگر یہ دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ بادشاہ ہم کو اپنا رومال بناڈالتے یعنی ذلیل وخوار بنادیتے۔ اور حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کچھ مال ہو اس کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس کو بڑھانے کی تدبیریں کرے اور ضایع ہونے سے بچائے) اس لیے کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر اس میں کوئی محتاج ہوگا تو وہی سب سے پہلا شخص ہوگا جو اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کردے گا۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالِ حلال فضول خرچی میں ضایع نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی مالِ حلال میں اسراف نہ کرنا چاہیے اور احتیاط سے خرچ کرے تاکہ زیادہ دن تک دین کی تقویت کا سبب رہے۔ یا مراد یہ ہے کہ مالِ حلال کم ہوتا ہے اور اس قدر نہیں ہوتا کہ اس کو فضول کاموں میں اُڑایا جاوے۔

۱۱۶- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَاءُ السِّتِّیْنَ وَھُوَ الْعُمُرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ- رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ[۲۰۹]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرے گا کہ ساٹھ برس کی عمر والے لوگ کہاں ہیں اور یہ عمر وہ عمر ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ[۲۱۰] یعنی کیا ہم نے تم کو ایسی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے حالاں کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا (یعنی بڑھاپا یا قرآن یا رسول یا موت)۔

۲۰۹ شعب الایمان للبیھقی: ۴۸۰/۱۲، (۹۷۷۳)، مکتبۃ الرشد

۲۱۰ فاطر: ۳۷

۱۱۷- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِيْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَاَوَّلَهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ [۲۱۱]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ (اور بہ نیت مجاہدہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور وہ فقر وفاقہ والے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کون ہے جو ان کی خبر گیری سے مجھ کو آگاہ کرے، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ان کی خبر گیری کروں گا۔ وہ تینوں آدمی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ ان تینوں میں سے ایک شخص اس لشکر میں گیا اور شہید ہوا۔ پھر ایک اور لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اس میں دوسرا شخص گیا اور شہید ہوا۔ پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کا بیان ہے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو خواب میں جنّت کے اندر دیکھا۔ جو شخص بستر پر مرا تھا وہ سب سے آگے تھا اور جو دوسرے لشکر میں شہید ہوا وہ اس کے پیچھے تھا اور سب سے پہلا شخص جو پہلے لشکر میں

[۲۱۱] مسند احمد: ۳/۲۰، (۱۴۰۱)، مؤسسة الرسالة

شہید ہوا تھا سب سے آخر میں تھا۔ میرے دل میں اس سے شبہ پیدا ہوا اور اس کا ذکر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور ان میں سے تو نے کس چیز کا انکار کیا یعنی ان میں سے کون سی ایسی بات تجھ کو نظر آئی جو شبہ اور انکار کا باعث ہوئی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ بہتر کوئی شخص نہیں ہے جس نے اسلام میں زیادہ عمر پائی اور اس کو زیادہ تسبیح و تکبیر و تہلیل کا موقع ملا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلے بیان کیا جاچکا ہے حدیث بن خالد میں۔ یعنی دوسرا شخص جو شہید تو نہ تھا مگر وہ مرابط تھا یعنی سرحد کا نگہبان اور شہید ہونے کی نیت رکھتا تھا تو اپنی نیت کا ثواب شہادت بھی ملا اور جتنے دن زندہ رہا ان دنوں کے نیک اعمال کا ثواب الگ ملا۔ اس لیے یہ افضل رہا سابق سے۔

۱۱۸- وَعَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ اَبِیْ عَمِیْرَةَ وَکَانَ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰی وَجْھِہٖ مِنْ یَّوْمٍ وُّلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ ھَرَمًا فِیْ طَاعَةِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ- رَوَاھُمَا اَحْمَدُ[۲۱۲]

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی اس عبادت واطاعت کو قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ اس کا اجر وثواب زیادہ ہو جائے۔

تشریح: یعنی جب اپنی عبادتوں کا ثواب اور انعام اپنے رب کی طرف سے دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ اور زیادہ عبادت کے لیے دوبارہ زندگی عطا فرما کر پھر دنیا میں بھیج دیا جاوے۔

۲۱۲۔ مسند احمد: ۲۹/۱۹۷، (۱۷۶۵۰)، مؤسسة الرسالة

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکّل اور صبر کا بیان

توکل کی حقیقت

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ رزق میں اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے پر اعتماد اور بھروسہ ہو، اور رزق کے اسباب اور وسائل کا ترک کرنا توکل کے لیے شرط نہیں بلکہ تدابیر اختیار کر کے اس سے نظر ہٹا لینا اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا توکل ہے، اور یہ یقین کرنا کہ اسباب و تدابیر کچھ مفید نہیں ہو سکتے اگر حق تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔

اور صبر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے اور ان کی حرام اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنے کی تکلیف کو خوشی خوشی برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اس پر ثواب کی اُمید رکھنا۔ اسی طرح مصائب میں تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتے ہوئے دعائے عافیت مانگتے رہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا اور اس حالت کو بھی اپنے لیے خیر سمجھنا اور کفارۂ سیئات اور رفعِ درجات کا وسیلہ سمجھنا صبر کہلاتا ہے۔

تفصیل کے لیے احقر مؤلف کا رسالہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر کا مطالعہ اس باب میں نہایت مفید اور اس پر عمل قرب و رضائے حق اور حصولِ ولایت کا ان شاء اللہ وسیلہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ صبر کی چار قسمیں ہیں:

۱) نفس کو ہر طاعت پر قائم رکھنا۔

۲) ہر گناہ سے نفس کو روکنا۔

۳) فضول دنیا یعنی بے ضرورت دنیا سے صبر۔[۲۱۳]

۴) دینی یا دنیوی مصائب پر صبر کرنا۔ ایسا شخص گناہوں سے امن میں رہے گا اور دنیا کی بلاؤں سے اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا پاوے گا۔

---

[۲۱۳] مرقاۃ المفاتیح: ۱۴۸،۱۴۷/۹

فصلِ اوّل

۱۱۹-وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ-رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۱۴]

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی شان عجیب ہے اس کے تمام کام اس کے لیے خیر ہیں اور یہ شان صرف مومن کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر اس کو خوشی حاصل ہو (یعنی فراخیٔ رزق، خوشحالی چین اور توفیق طاعت وغیرہ نعمتیں) شکر کرتا ہے، پس یہ شکر اس کے لیے خیر ہے، اور اگر کوئی مصیبت پہنچے (یعنی فقر، مرض اور رنج) صبر کرتا ہے پس یہ صبر بھی اس کے لیے خیر ہے۔

تشریح: مقامِ صبر و شکر دونوں بلند مرتبہ ہیں اور دونوں پر ثواب مرتب ہوتا ہے لیکن مومن کامل جو نہیں ہوتا اس کو جب خوشی اور دولت ملتی ہے تو تکبر اور خلافِ شرع باتیں کرنے لگتا ہے اور اگر ضرر پہنچتا ہے تو رونا چلّانا اور ناشکری اور شکایت واعتراض اللہ پر کرتا ہے اور مومن کامل دونوں حالتوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ کہتا ہے۔

۱۲۰-وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَّوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ-رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۱۵]

۲۱۴؎ صحیح مسلم: ۲/۴۱۳، باب فی احادیث متفرقۃ، ایج ایم سعید/مسند احمد: ۳۱/۲۶۴، (۱۸۹۳۴) مؤسسۃ الرسالۃ

۲۱۵؎ صحیح مسلم: ۲/۳۳۸، باب الایمان بالقدر، ایج ایم سعید/مسند احمد: ۱۴/۳۹۵، (۸۷۹۱)، مؤسسۃ الرسالۃ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنِ قوی (یعنی قوی ایمان واعتقاد وتوکل وجہاد اور صبر ونصیحت وتعلیم خیر کرنے میں) بہتر اور اللہ کے نزدیک محبوب ہے مومن ضعیف سے اور ہر مومن میں (قوی ہو یا ضعیف) نیکی ہے۔ جو چیز تجھ کو نفع پہنچائے اس پر حرص کر (یعنی امر دین میں) اور (نیک عمل کرنے پر) اللہ کی مدد وتوفیق طلب کر اور (طلبِ استعانت سے) عاجز نہ ہو، اور جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ یوں کہہ کہ اللہ نے یہی مقدر کیا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اس لیے کہ "اگر" کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے۔ اور دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

تشریح: لفظ "اگر" اس لیے منع ہے کہ جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور شیطان لفظ "اگر" سے مومن کے دل میں صدمہ وحسرت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ[۲۱۶]

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجیے کہ ہرگز ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی ہے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھا ہوا ہے (اور وہ ہمارے لیے مضر نہیں، اس میں بھی کوئی حکمت ومصلحت وخیر ہے) کیوں کہ وہ ہمارے مولیٰ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ[۲۱۷]

اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی میدان میں آتے وہ لوگ جن کے لیے قتل مقدر ہوچکا ہے۔ اور لفظ "اگر" کے استعمال سے منع کرنا تنزیہی ہے تحریمی نہیں، اور یہ تنزیہی نہی بھی جب ہے جب کہ معارضہ تقدیر کا ہو اور وہاں کوئی نفع نہ ہو۔ لیکن اگر ازراہ تأسف وندامت کے اس لفظ کو استعمال کرے جیسا کہ طاعتِ الٰہی کے فوت ہونے پر صالحین سے ثابت ہے تو کوئی مضایقہ نہیں بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

۲۱۶ التوبۃ: ۵۱
۲۱۷ اٰل عمرٰن: ۱۵۴

فصلِ دوم

۱۲۱-وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۲۱۸]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلو جیسا کہ بھروسہ کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) جاتے ہیں۔

تشریح: توکل کا حق یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے ہاتھ میں اپنا ضرر یا نفع، رزق، فقر، غنا، عطا، مرض، صحت، عزت، ذلت، موت حیات وغیرہ نہ سمجھے اور یقین کرے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ پس کسی نعمت کی طلب میں بہت رنج نہ اٹھائے اور حرص اور مبالغہ نہ اٹھائے کہ حلال و حرام کا فرق بھی نہ کرے۔

علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص توکل کا مفہوم یہ سمجھے کہ بس زمین پر پڑا رہے اور تدابیر و کسبِ معاش نہ کرے تو وہ جاہل ہے۔

منقول ہے کہ کوے کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے جو کوے کو برُا لگتا ہے اور چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے حق تعالیٰ اس کی طرف رزق کے لیے مکھی اور چیونٹی بھیجتے ہیں کچھ دن میں وہ سیاہ ہونے لگتا ہے پھر کوا اس کو لے کر پرورش کرتا ہے۔ اور اسی طرح بہت سے واقعات ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ تدبیر نہ کرے، چڑیوں کا باہر نکلنا بھی تدبیر ہے اور انسان کے لیے اس کے مناسب تدبیر ہوگی۔ البتہ بھروسہ تدبیر پر نہ کرے

۲۱۸؎ جامع الترمذی:۲/۶۰،باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا،ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۴، (۴۱۶۴)، باب التوکل والیقین،المکتبۃ الرحمانیۃ/مسند احمد:۱/۳۳۲، (۲۰۵)مؤسسۃ الرسالۃ/شرح السنۃ للبغوی:۴۱/۳۰۱،(۴۱۰۸)،باب التوکل علی اللہ تعالیٰ،المکتب الاسلامی

تدبیر صرف بھیک کا پیالہ ہے اور دینے والے حق تعالیٰ شانہٗ ہیں۔ یہ مثال احقر مؤلف کے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی۔

۱۲۲۔وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُّقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُّقَرِّبُكُمْ مِّنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ- رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ[۲۱۹]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو جنّت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور رکھے مگر وہ جس کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تم کو دوزخ سے قریب کر دے اور جنّت سے دور رکھے مگر وہ چیز جس سے میں نے تم کو منع کر دیا ہے، اور جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا (پس جب ایسا ہے کہ جو رزق مقدر کیا ہے وہ پہنچنے والا ہے تو) خبر دار! اللہ تعالیٰ سے ڈرو (یعنی بچو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) اور رزق کے حاصل کرنے اور ڈھونڈنے میں اعتدال سے کام لو اور رزق پہنچنے میں تاخیر کہیں تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اس کو گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کرو اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

---

۲۱۹ شعب الایمان للبیہقی: ۱۹/۱۳،(۹۸۹۱)،مکتبۃ الرشد/شرح السنۃ للبغوی: ۳۰۳/۱۴،(۴۱۱۲)،باب التوکل علی اللہ عزوجل،المکتب الاسلامی

تشریح: اگر گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں اور کشادگی و دولت میں دیکھو تو وہ نعمت اس کے لیے عذاب ہے نعمت نہیں۔ اسی طرح کا مضمون ایک حدیث میں احقر مؤلف کی نظر سے گزرا ہے۔ حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے قریب کردے تو وہ بندے کے لیے نعمت ہے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ سے دور کردے وہ اس بندے کے لیے مصیبت ہے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے مرشد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف محقق نے کسی صوفی کو دیکھا کہ اس نے لذیذ شوربہ کو زہد کے خلاف سمجھ کر اس میں پانی ملادیا اور بے مزہ کرکے کھایا۔ محقق عارف نے فرمایا کہ یہ صوفی عارف ہوتا تو ایسا نہ کرتا لذیذ شوربہ کھاتا اور اس کے دل میں ہر لقمہ پر شکر نکلتا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اشرف علی! جب پانی پیا کرو تو ٹھنڈا پیا کرو تاکہ ہر بُنِ مو سے شکر نکلے۔

۱۲۳- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا اُبْقِیَتْ لَکَ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّعَمْرُو ابْنُ وَاقِدِنِ الرَّاوِیُّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ[۲۲۰]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زہد حلال کو حرام بنانے اور مال کو ضایع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے (یعنی مال و دولت) اس پر بھروسہ نہ کر بلکہ اس پر بھروسہ کر جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے، اور زہد یہ ہے کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت پڑے تو تو

---

۲۲۰ جامع الترمذی:۲/۵۹ ،ابواب الزھد ، باب الزھادۃ فی الدنیا،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ:۳۳۸، (۴۱۰۰)،ابواب الزھد،باب الزھد فی الدنیا،المکتبۃ الرحمانیۃ

اس مصیبت میں ثواب کا طالب ہو اور اس میں بہت رغبت کرنے والا ہو اگر وہ مصیبت تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔

تشریح: بعض جاہل فقیر زہد کا مطلب اللہ کی حلال نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے کو سمجھتے ہیں اور یہ محض جہالت ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں: لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ[۲۲۱] نہ حرام کرو پاکیزہ چیزوں کو کہ جنہیں حق تعالیٰ نے حلال کیا ہے تمہارے لیے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کمال رکھتا ہے پس فرماتے ہیں کہ یہ جو بعضے جاہل کرتے ہیں کہ زاہد بننے کے لیے گوشت، حلوا اور پھلوں اور اچھے کپڑوں کو ترک کر دیتے ہیں یہ زہد نہیں ہے۔ اسی طرح مال کو ضایع کرنے کا نام بھی زہد نہیں ہے بلکہ زہد نام ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدوں پر پورا اعتماد کرے رزق کے باب میں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ایسی جگہ سے رزق پہنچانے پر کہ تیرا وہاں سے گمان بھی نہ ہو اور اعتماد اپنے فانی خزانوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے باقی خزانوں پر کرے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ[۲۲۲] ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے۔ اور دنیا سے اُنس اور اطمینان نہ پکڑے اور آخرت کو محبوب رکھے اور آخرت کے ثواب کی اُمید پر دنیا کے مصائب سے نہ گھبرائے۔ یہ باتیں سب زہد کی ہیں، نہ کہ حرام کرنا حلال کا اور ضایع کرنا مال کا۔

۱۲۴- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا

۲۲۱؎ المآئدۃ: ۸۷

۲۲۲؎ النحل: ۹۶

بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ [۲۲۳]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! اللہ کے احکام امر و نہی کو محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا (دنیا میں آفات و مکروہات سے اور عقبیٰ میں طرح طرح کے عذاب سے) اور محفوظ رکھ تو اللہ کے حق کو (یعنی اس کو ہمیشہ یاد رکھ اور اس کی قدرتوں میں غور و فکر کر اور اس کا شکر ادا کر) تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو سوال کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ، اور یہ بات یاد رکھ کہ ساری مخلوق اگر جمع ہو کر تجھ کو کچھ نفع پہنچانا چاہے تو ہرگز تجھ کو نفع نہ پہنچا سکے گی مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر سب آدمی جمع ہو کر تجھ کو ضرر پہنچانا چاہیں تو ہرگز تجھے ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا کر رکھ دیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کو سامنے پاوے گا یعنی گویا کہ حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیوں کہ اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور اور بالیقین دیکھ رہے ہیں اور اس مراقبہ کا نام شریعت میں احسان ہے، اور اس مراقبہ اور فکر و دھیان کی برکت اور مشق سے جب ماسوی اللہ نظر سے فنا ہو جاوے تو یہ کمال ایمان ہے اور گویا کہ تو اس وقت حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے پس پہلا حال مراقبہ کہلاتا ہے اور دوسرا حال مشاہدہ کہلاتا ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب تو اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی تو حق تعالیٰ تیری ہر حالت اور مشکل میں مدد فرمائیں گے اور اس کو آسان فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر حالت میں دعا کرے کہ حدیث میں وارد ہے جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ

۲۲۳؎ جامع الترمذی: ۲/۷۸، ابواب صفۃ القیٰمۃ، ایج ایم سعید / مسند احمد: ۴/۴۱۰، (۲۶۶۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

اس سے ناراض ہوتے ہیں اور زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک ہی سے مانگنا بھی چاہیے۔ اور جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نصرت صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے یعنی ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے اور ہر غم کے بعد راحت اور خوشی ہے جیسا کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا [۲۲۴] میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۱۲۵- وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللهُ لَهٗ- رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ [۲۲۵]

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی نیک بختی یہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے اس پر راضی رہے اور آدمی کی بد بختی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کو مانگنا چھوڑ دے اور انسان کی بد بختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ اس سے غضب ناک اور ناخوش ہو۔

تشریح: آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا رہے اور پھر جو کچھ اللہ عطا فرمائیں اس پر راضی رہے، اور راضی ہونا قضائے الٰہی پر بڑی نعمت ہے اس مقام کا نام فخم ہے اور ابنِ آدم کے لیے یہ بڑی سعادت ہے کیوں کہ جب بندہ تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتا ہے تو عبادت کے لیے فارغ رہتا ہے برعکس اس کے کہ ناراض ہو فیصلۂ الٰہی سے ہر وقت متفکر اور پریشان رہتا ہے کیوں کہ کوئی انسان مصائب اور حوادث سے خالی نہیں۔ اہل اللہ تسلیم و رضا کی برکت سے ہر حالت میں پُر سکون ہیں ؎

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

۲۲۴؎ الم نشرح:۶

۲۲۵؎ جامع الترمذی:۲/۳۷، باب الرضاء بالقضاء، ایچ ایم سعید/مسند احمد:۳/۵۴، (۱۴۴۴)، مؤسسۃ الرسالۃ

وہ تو کہیے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

ہر فکر اور ہر تردّد میں استخارہ کرلے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خطرہ نہیں جیسا کہ حدیث میں بشارت ہے۔ استخارہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا اور استشارہ اہلِ تجربہ عاقل بندوں سے مشورہ لینا ہے۔ مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ[۲۲۶] نہیں نامراد ہوا جس نے استخارہ کیا اور نہیں نادم ہوا جس نے مشورہ کیا اور نہیں تنگدست ہوا جس نے خرچ میں میانہ روی کی یعنی فضول خرچی سے احتیاط کی اور اعتدال کی راہ پر خرچ کیا۔ (حدیث)

حضرت مولانا حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غم سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے مگر روح میں نور پیدا ہوتا ہے ؎

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

عارف جنون درد پسندی نے بارہا
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

انسان اپنے خیر و شر کو نہیں سمجھ سکتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔[۲۲۷]

قریب ہے یہ کہ تم بُری سمجھو کسی چیز کو اور بھلی ہو تمہارے لیے اور قریب ہے کہ درست سمجھو کسی چیز کو اور وہ بُری ہو تمہارے لیے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

---

۲۲۶ مرقاۃ المفاتیح:۹/۴۹۳-۴۹۴ (۵۳۰۳)، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۲۷ البقرۃ:۲۱۶

فصلِ سوم

۱۲۶- عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اِخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَّلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ- وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرِ ن الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اَللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ- هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيْ وَفِي الرِّيَاضِ[۲۲۸]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس ہوئے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس ہوئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو دوپہر ایک جنگل میں ہوئی جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں اتر گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سایہ کی تلاش میں (ادھر ادھر) درختوں کے نیچے متفرق

---

۲۲۸ صحیح البخاری: ۲/۵۹۳، (۴۱۵۰-۴۱۵۱)، باب غزوة ذات الورع، المكتبة المظهرية/مسند احمد: ۲۲/۲۳۸، (۱۴۳۳۵)، مؤسسة الرسالة/رياض الصالحين: ۱/۵۹، (۵/۷۸)، باب اليقين والتوكل، مؤسسة الرسالة

ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کیکر کے درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنی تلوار اس کی ٹہنی میں لٹکادی اور ہم تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، ناگہاں ہم نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکار رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک دیہاتی (بدو کافر) موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے جمع ہونے پر فرمایا: اس دیہاتی نے مجھ پر تلوار کھینچی اس حال میں کہ میں سو رہا تھا۔ میں جاگ گیا اور دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ بچائے گا تین مرتبہ یہی الفاظ فرمائے اور اس اعرابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سزا نہ دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور ابو بکر اسماعیلی نے جو روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اعرابی نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا: اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بچائے گا۔ یہ سن کر اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھالیا اور فرمایا: اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اعرابی نے کہا: آپ بہترین پکڑنے والے ہیں (یعنی مہربانی کیجیے اور معاف کر دیجیے۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ دیہاتی نے کہا: میں مسلمان نہیں ہوتا لیکن آپ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ نہ تو آپ سے لڑوں گا اور نہ اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا: میں تمہارے پاس ایک بہترین شخص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔

۱۲۷- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَۃً لَّوْاَخَذَ النَّاسُ بِھَا لَکَفَتْھُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ- رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارَمِیُّ[۲۲۹]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۹؎ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۸، (۴۲۲۰)، باب الورع والتقوٰی، المکتبۃ الرحمانیۃ / مسند احمد: ۴۳۶/۳۵، (۲۱۵۵۱)، مؤسسۃ الرسالۃ / سنن الدارمی: ۱۷۹۲/۳، (۲۷۶۷)، کتاب الرقاق، باب فی تقوی اللہ، دار المغنی للنشر والتوزیع

نے فرمایا مجھ کو ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہی ان کو کافی ہے (اور وہ آیت یہ ہے) وَمَنْ یَّتَّقِ اللهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ [۲۳۰] یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال اور گمان تک نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی متقی بندے کو حق تعالیٰ شانہٗ ہر غم سے خلاصی دیتے ہیں اور بے رنج و تردّد ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے گمان بھی نہ ہو، اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے کسی متقی بندے کی صحبت اور اس کی تربیت سے لہٰذا اللہ والوں کی صحبت کا اہتمام نہایت ضروری سمجھنا چاہیے کیوں کہ مقدمہ ضروری کا ضروری ہوتا ہے۔

۱۲۸- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ- رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ [۲۳۱]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ آیت سکھائی کہ میں رزق دینے والا اور طاقت ور اور متین ہوں۔

تشریح: یہ قراءتِ شاذہ ہے، اور قراءتِ مشہورہ یہ ہے: اِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ [۲۳۲] حاصل یہ ہے کہ بندے کو صرف اپنے قوی متین رزاق مولیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

۱۲۹- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَحَدُهُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

---

۲۳۰ الطلاق: ۲،۳

۲۳۱ جامع الترمذی: ۲/۱۲۲، ابواب القراءات، ایچ ایم سعید/ سنن ابی داؤد: ۲/۱۹۹، اول کتاب الحروف والقراءات، ایچ ایم سعید

۲۳۲ الذّٰریٰت: ۵۸

لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ [۲۳۳]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور دوسرا کچھ پیشہ کرتا تھا، پیشہ ور بھائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ یہ کچھ کام کاج نہیں کرتا پس اس کے خرچ کا بوجھ بھی مجھ ہی پر پڑتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھ کو اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین سیکھنے کے لیے دنیا کا شغل اور تدبیرِ کسبِ معاش کا ترک جائز ہے بشرطیکہ اہل وعیال نہ رکھتا ہو اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرکے اپنے کو ذلیل نہ کرتا ہو یعنی متوکل ہو اور کسی کا حقِ واجب ضائع نہ کرتا ہو۔ اور یہ بات بھی اس حدیث سے ثابت ہوئی کہ اپنے رشتہ داروں اور بے کسوں کی خبر گیری اور ان پر خرچ کرنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔

۱۳۰۔ وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهٗ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ [۲۳۴]

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کا دل ہر جنگل میں ایک شاخ ہے (یعنی اس کو ہر طرح کی فکریں ہیں) پس جس شخص نے اپنے دل کو ساری شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی ہر قسم کی فکروں میں مشغول و منہمک رہا) اللہ تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا خواہ کسی جنگل میں اس کو ہلاک کردے، اور جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو درست کردیتا ہے۔

۲۳۳؎ جامع الترمذی: ۲/۶۰، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ایچ ایم سعید

۲۳۴؎ سنن ابن ماجۃ: ۳۴۴، (۴۱۶۶)، باب التوکل والیقین، المکتبۃ الرحمانیۃ

تشریح: اس حدیث پر عمل کرنے والوں کی زندگی نہایت پُر سکون ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے قلوب میں جو چین اور اطمینان ہے سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت عطا فرمائیں، آمین۔

۱۳۱-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ- رَوَاهُ اَحْمَدُ[۲۳۵]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب بزرگ وبرتر فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات کو مینہ برساؤں جب کہ وہ سوتے ہوں اور دن کو آفتاب نکالوں (تا کہ وہ اپنے اُمورِ معاش میں مشغول ہوں) اور بادل کے گرجنے کی آواز ان کو نہ سناؤں (تا کہ نہ ڈریں اور نہ گھبراویں)۔

۱۳۲-وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰی مَابِهِمْ مِّنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَی الْبَرِیَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَی الرَّحٰی فَوَضَعَتْهَا وَاِلَی التَّنُّوْرِ فَسَجَّرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَاِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ اِلَی التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا قَالَتِ امْرَاَتُهٗ نَعَمْ مِّنْ رَّبِّنَا وَقَامَ اِلَی الرَّحٰی فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَوْ لَمْ یَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ- رَوَاهُ اَحْمَدُ[۲۳۶]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے اہل

۲۳۵ـ مسند احمد: ۳۲۷/۱۴، (۸۷۰۸)، مؤسسة الرسالة
۲۳۶ـ مسند احمد: ۳۸۴/۱۶-۳۸۵، (۱۰۶۵۸)، مؤسسة الرسالة

وعیال کے پاس آیا جب اس نے ان کی حاجت وفقر وفاقہ کو دیکھا تو جنگل کی طرف چلا گیا، جب عورت نے دیکھا (کہ اس کے شوہر کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ شرم کی وجہ سے باہر چلا گیا ہے) تو وہ اٹھی اور چکی پر پہنچی اور اس کو صاف کیا پھر تنور کی طرف گئی اور اس کو گرم کیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی اے اللہ! ہم کو رزق عطا فرما پھر اس نے دیکھا کہ اچانک چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے پھر وہ تنور کی طرف گئی تو دیکھا اس میں روٹیاں بھری ہوئی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں اس کا شوہر آگیا اور کہا: کیا تم کو میرے جانے کے بعد کہیں سے کھانے کا سامان مل گیا؟ عورت نے کہا کہ ہاں ہمارے پروردگار کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ پس اس شخص کو تعجب ہوا اور چکی کے پاس کھڑا ہوا اور اس کا پاٹ اٹھایا تاکہ اس کا اثر دیکھے، اس واقعے کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ شخص چکی کا پاٹ نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گردش کرتی رہتی اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔

تشریح: یہ انعام صبر وتوکل کی برکت سے عطا ہوا تھا اور یہ واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ہے، اگلی اُمت کا نہیں۔

۱۳۳- وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ- رَوَاہُ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ[۲۳۷]

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق بندے کو اسی طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو ڈھونڈتی ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح موت یقینی ہے اور بدون تلاش اپنے وقت پر آجاتی ہے اسی طرح رزق بھی یقینی ہے اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ رزق بندے کو ڈھونڈ لیتا ہے بلکہ موت سے زیادہ رزق اپنی رفتار میں تیز ہے کیوں کہ موت نہیں آتی جب

---

۲۳۷ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ۶/۸۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تک کہ بندہ اپنا رزق تمام کا تمام نہیں کھالیتا، پس رزق کے لیے اللہ تعالیٰ پر پورا اعتماد کرنا چاہیے اور مضطرب اور پریشان نہ ہونا چاہیے۔ متوسط درجہ میں تدبیر اختیار کرنا کافی ہے کہ حقِ عبودیت ادا ہوتا ہے تدابیر اختیار کرنے سے۔ مگر اس طلب میں اجمال ہو، کاوش و اضطراب نہ ہو۔

رو توکل کن بگرداں پا و دست
رزق تو بر تو زتو عاشق ترست

۱۳۴-وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ-مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ[۲۳۸]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ گویا میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں جس کو اس کی قوم نے مارا اور لہولہان کر دیا۔ وہ نبی اپنے چہرے سے خون پونچھتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا: اے اللہ! تو میری قوم کو بخش دے کہ وہ میری حقیقت سے واقف نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ جہل کے ساتھ کم تر ہے بہ نسبت گناہ علم کے ساتھ۔ پس منقول ہے:

وَیْلٌ لِّلْجَاهِلِ مَرَّةً وَّوَیْلٌ لِّلْعَالِمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ[۲۳۹]

جاہل کے واسطے ایک بار افسوس ہے اس کے بُرے عمل پر اور عالم کے واسطے سات بار افسوس ہے اس کے بُرے عمل پر۔

۲۳۸؎ صحیح البخاری: ۱/۴۹۵، (۳۴۹۲)، کتاب الانبیاء، باب قوله تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم، المکتبة المظهریة / صحیح مسلم: ۲/۱۰۸، باب غزوة احد، ایج ایم سعید / شرح السنة للبغوی: ۱۳/۳۳۴، (۳۷۴۹)، باب تحریم اللعب بالنرد، المکتب الاسلامی

۲۳۹؎ مرقاة المفاتیح: ۵/۴۱۲-۴۱۳، (۲۴۹۸)، کتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، دار الکتب العلمیة، بیروت

علامہ شیخ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام مراد ہوں۔ روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اس قدر مارتی تھی کہ خون آلودہ ہو جاتے اور مدتوں زمین پر پڑے رہتے پھر اٹھتے اور دعوت دیتے اللہ کی طرف۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ گرامی کو مراد لیا ہے، اور یہ ظاہر تر ہے کیوں کہ یہ روایت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احد کے دن روایت کی گئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خون آلودہ تھے۔

۱۳۵- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْهُ- رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ[۲۴۰]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

تشریح: مصائب سے گناہ معاف ہو کر درجات بلند ہوتے ہیں اور غفلت دور ہوتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔

❖❖❖❖

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیا
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

---

۲۴۰ صحیح البخاری:۲/۸۴۳،(۵۶۶۵)،کتاب المرضٰی،باب ماجاء فی کفارۃ المرض،المکتبۃ الرحمانیۃ / مسند احمد:۱۲/۱۷۴،(۷۲۳۵)،مؤسسۃ الرسالۃ

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

ریا اور سمعہ کا بیان

ریا کہتے ہیں اپنی عبادتوں سے مخلوق کے دل میں عزت ومرتبہ طلب کرنے کو، اور ریا بدون نیت کے خود بخود نہیں چپک جاتی جیسا کہ اکثر سالکین وسوسۂ ریا کو ریا سمجھ کر پریشان رہتے ہیں۔ اخلاص کی نیت ہو یہی کافی ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس عبادت میں ریا کا خوف ہو اس کو کثرت سے کرے پھر وہ عادت اور عادت سے عبادت بن جاتی ہے۔ حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

علماء نے لکھا ہے اگر تعریف کسی سے سنے اور اس سے خوش ہو تو یہ علامت وجودِ ریا کی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی ستاری یاد کرکے خوش ہوا کہ اس کریم ذات نے میرے عیوب وسیئات کو مخلوق سے پوشیدہ رکھا اور حسنِ ظن ڈالا اپنی مخلوق میں اور ظاہر فرمایا ہمارے حسنات وطاعات کو اور شکر بجالایا تو یہ ریا نہیں بلکہ یہ فضل ولطفِ حق پر سرورِ تشکر ہے یعنی شکر احساناتِ الٰہیہ سے ہے۔ ضروری ہے کہ ہر عبادت کے شروع میں بھی ریا سے بچے اور درمیان میں بھی اور بعد عمل کے بھی۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دو حج کیے تھے کوئی مہمان آیا اس نے نوکر سے کہا کہ اس مہمان کو اس صراحی سے پانی پلا جس کو دوسرے حج میں خرید ا تھا۔ فرمایا کہ اس شخص نے ایک جملے سے دو حج کا ثواب ضایع کر دیا۔ حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

فصلِ اوّل

۱۳۶- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۴۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

تشریح پس صورتِ ظاہری اور مال سے زیادہ قلوب کی اور اعمال کی اصلاح میں لگنا چاہیے۔

۱۳۷- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۴۲]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں شرکاء کے شرک سے بے زار ہوں (یعنی جس طرح اور شرکاء شرکت پر راضی ہیں اس طرح میں راضی نہیں بلکہ میں شرکت سے بے زار ہوں) جو شخص کوئی کام (عبادت) کرے جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے میں اس کو اور اس کے شرک کو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اس شخص سے بے زار ہوں۔ وہ شخص یا اس کا عمل اسی شخص کے لیے ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

---

۲۴۱ صحیح مسلم: ۲/۳۱۷، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، ایچ ایم سعید
سنن ابن ماجة: ۴۴۲، (۴۱۴۳)، باب القناعة، المکتبة الرحمانیة

۲۴۲ صحیح مسلم: ۲/۴۱۱، باب تحریم الریاء، ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجة: ۴۴۶، (۴۲۰۲)، باب الریاء والسّمعة، المکتبة الرحمانیة/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۲۴، (۴۱۳۶)، باب الریاء والسمعة، المکتب الاسلامی

تشریح: ظاہر اس کا یہی ہے کہ ریا کی آمیزش اعمال کے ثواب کو ضایع کر دیتی ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ جس ریا میں ثواب کی مطلق نیت نہ ہو یا ریا کا قصد غالب ہو اس وقت ثواب بالکل ضایع ہوتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عنوان ریا سے منع کرنے کے لیے بطور تخویف استعمال کیا گیا ہو تا کہ بندہ طاعات میں ریا سے احتیاط کرنے میں خوفزدہ رہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۳۸- وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِيْ اللّٰهُ بِهٖ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۲۴۳]

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی عمل سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کرے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو مشہور کرے گا (اور قیامت کے روز رسوا کرے گا) اور جو شخص کوئی عمل دکھانے کے لیے کرے اللہ اس کو ریاکاروں کی سزا دکھائے گا۔

تشریح: ریاکاروں کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں اس کے اعمال کو لوگ جان لیں گے لیکن آخرت کے ثواب سے اس کو محروم کر دیا جاوے گا جس سے قیامت کے دن اسے بڑی حسرت ہو گی۔

۱۳۹- وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۴۴]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اس شخص کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جو نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس

۲۴۳؎ صحیح البخاری:۲/۹۶۲،(۶۵۳۸)،باب الریاء والسمعة،المکتبة المظهرية/صحيح مسلم:۲/۴۱۲، باب تحريم الرياء،ایچ ایم سعید

۲۴۴؎ صحيح مسلم:۲/۳۳۲،کتاب البر والصلة،باب اذا اثنى على الصالح فهى البشرى ولا تضره،ایچ ایم سعید/ سنن ابن ماجة:۴۴۸،(۴۲۲۵)،باب ثناء الحسن،المکتبة الرحمانية/شرح السنة للبغوى:۱۴/۳۲۷-۳۲۸، (۴۱۴۰)،باب من عمل لله فحمد عليه،المکتب الاسلامی

کے کاموں کی تعریف کرتے ہیں، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں (کیا اس کے اعمالِ خیر کا ثواب قائم رہتا ہے یا باطل ہو جاتا ہے) آپ نے فرمایا یہ (تعریف کرنا) مومن کے لیے فوری خوش خبری ہے (اور اصل خوش خبری آخرت میں ہے)۔

تشریح: یعنی جب اخلاص کے ساتھ صرف رضائے الٰہی کے لیے طاعات کیں اور پھر مخلوق بھی ایسے نیک بندوں کی تعریف کرتی ہے تو یہ مقبولیت اور محبوبیت اور تعریف اس کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں نقد انعام ہے اور نقد بشارت ہے، اور آخرت میں ثواب اور درجہ سو وہ الگ ملے گا۔

فصلِ دوم

۱۴۰-وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَلَا يَاْتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبَانَ عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ[۲۴۵]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نیت (اعمالِ خیر سے) آخرت کی طلب ہو اللہ تعالیٰ اس کو غنائے قلبی عطا فرماتا ہے (یعنی اس کو مخلوق سے بے پروا کر دیتا ہے) اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینانِ خاطر بخشتا ہے، دنیا اس کے پاس آتی ہے اور وہ دنیا کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے،

---

[۲۴۵] جامع الترمذی:۲/۳۷،ابواب صفة القيٰمة،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجة:۴۳۹،(۴۱۰۵)،باب الھمّ بالدنیا، المكتبة الرحمانية / مسند احمد: ۳۵/۴۶۷، (۲۱۵۹۰)، مؤسسة الرسالة/ شرح السنة للبغوى: ۱۴/۳۳۰-۳۳۱،(۴۱۴۲)،باب من يريد الدنيا بعمله،المكتب الاسلامى /سنن الدارمى:۱/۳۰۲-۳۰۳،(۲۳۵)،باب الاقتداء بالعلماء،دار المغنى للنشر والتوزيع

اور جس شخص کی نیت (اعمال میں) دنیا کا حاصل کرنا ہو اللہ تعالیٰ افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے (یعنی فقر و افلاس اس کو محسوس ہونے لگتا ہے) اور اس کے کاموں میں انتشار اور پریشانی پیدا کرتا ہے اور دنیا اس کو صرف اس قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا ہے۔

تشریح: یعنی جو آخرت کو مطلوب اور مقصود بناوے گا حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو قلبی جمعیت اور سکون عطا ہوتا ہے اور اس کے لیے رزق کو آسان فرمادیتے ہیں، اور اگر آخرت کو پس پشت ڈالا اور دنیا کو مقدم اور مطلوب و مقصود بنایا تو اس کو قلبی پریشانی اور سرگردانی رہتی ہے اور رزق وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں ہے محض ہوس و طمع سے تقدیر سے زیادہ نہیں ملا کرتا۔

۱۴۱- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللهِ بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللهُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَةِ-رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ[۲۴۶]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے گھر میں اپنے مصلے پر نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور یہ دیکھ کر مجھ کو خوشی ہوئی کہ اس شخص نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا (یعنی میرا خوش ہونا ریاکاری تو نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! خدا تجھ پر رحم فرمائے تجھ کو دو اجر ملیں گے: ایک تو خفیہ طور پر نماز پڑھنے کا اور دوسرا اجر نمازِ ظاہر کا۔

تشریح: ظاہراً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خوشی اس سبب سے تھی کہ دیکھنے والے کو بھی عمل کا شوق پیدا ہو گا یا بحکم مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ

---

[۲۴۶] جامع الترمذی:۲/۶۴،ابواب الزھد،ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجة:۴۴۸،(۴۲۲۶)،باب ثناء الحسن، المکتبة الرحمانیة/ شعب الایمان للبیہقی:۹/۲۳۸،(۶۶۰۶)،مکتبة الرشد /شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۲۸،(۴۱۴۱)،باب من عمل للہ فحمد علیه،المکتب الاسلامی

مَنْ عَمِلَ بِھَا [۲۴۷] کے ثواب اس کے عمل کا ہم کو بھی ملے گا۔ ترجمہ حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّۃً. الخ کا یہ ہے کہ جو شخص جاری کرے کوئی نیک طریقہ اس کے لیے ثواب اس طریقہ کا ہوگا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ یا اس نعمت پر خوشی ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اچھی حالت کو مخلوق پر ظاہر فرمایا اور بُرائیوں کی پردہ پوشی فرمائی۔ یا خوشی اس بات پر ہوئی کہ نماز جیسی اہم عبادت کو ایک مسلمان نے دیکھا جو اس پر گواہ ہوا اور اس کی روایت سے ایک گروہ مسلمانوں کا گواہ ہوگا اور یہ معنیٰ انسب ہیں سرّ و علانیہ معنیٰ کے ساتھ۔ واللہ اعلم بالاحوال

۱۴۲۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَّخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُھُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّیَابِ یَقُوْلُ اللہُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُولٰٓئِکَ مِنْھُمْ فِتْنَۃً تَدَعُ الْحَلِیْمَ فِیْھِمْ حَیْرَانَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ [۲۴۸]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعے دنیاداروں کو دھوکا دیں گے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لیے دنبوں کے چمڑے کے کپڑے پہنیں گے (یعنی موٹے کپڑے مثل کمبل وغیرہ کے تاکہ لوگ ان کو عابد و زاہد اور تارکِ دنیا سمجھیں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں اور نرم ہوں گی یعنی ان کی باتیں خوشگوار لذیذ اور نرم ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے (یعنی سخت اور بے رحم) اللہ تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھ کو دھوکا دیتے ہیں یا میرے ڈھیل دے دینے کے سبب

[۲۴۷] صحیح مسلم: ۱/۳۲۷، کتاب الزکوٰۃ، وباب الزھادۃ الحث علی الصدقۃ، ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۳۲۹، (۴۱۴۱)، باب من عمل للہ فحمد علیہ، المکتب الاسلامی

[۲۴۸] جامع الترمذی: ۲/۶۶، ابواب الزھد، باب ما جاء فی ذھاب البصر، ایچ ایم سعید

سے مغرور ہوگئے ہیں، میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان پر ان ہی میں سے بلا و فتنہ کو مسلط کروں گا (یعنی ان پر ایسے حکام اور امراء یا اشخاص کو مقرر کروں گا جو ان کو مصائب و آفات میں مبتلا کردیں گے) ایسی بلا اور فتنہ کہ عقل مند و دانا اشخاص اس کے دفع کرنے سے عاجز و حیران ہوں گے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے خصوصی عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جب کوئی نیک کام کریں مثلاً مدرسہ، مسجد بنوانا، وعظ کہنا وغیرہ تو خالص نیت رضائے الٰہی کا قلب میں استحضار کریں۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اعمال میں بدون صحبتِ اہل اللہ کے اخلاص نہیں پیدا ہوتا لہٰذا ہر شخص کو صحبتِ بزرگانِ دین کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۱۴۳- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۲۴۹]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز میں حرص و نشاط ہے (یعنی زیادتی و انہماک) اور ہر زیادتی میں سستی ہے (یعنی ہر اس فعل میں جو زیادتی کے ساتھ کیا جائے سستی پیدا ہو جاتی ہے) پس اگر عمل کرنے والے نے میانہ روی سے کام لیا اور میانہ روی کے قریب رہا (یعنی افراط و تفریط سے بچا رہا) تو اس کی نجات پا جانے کی اُمید ہے (یعنی اس کی کامیابی کی اُمید ہے) اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا (یعنی مشہور ہونے کے لیے اس نے عبادت میں زیادتی اور مبالغہ کیا اور وہ مشہور ہو گیا) تو تم اس کو (صالح اور عابد) شمار نہ کرو۔

تشریح: شِرَّةٌ میں ش پر زیر ہے اور را پر تشدید و زبر ہے جس کا ترجمہ حرص و رغبتِ شدیدہ ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بعض عابد شروع میں عبادت میں اس قدر مبالغہ اور انہماک کرتا ہے کہ کچھ ہی دن میں تھک کر سست ہو کر بیٹھ جاتا ہے پس یہ زیادتی سببِ

---

[۲۴۹] جامع الترمذی: ۷۲/۲، ابواب صفة القيمة، ایچ ایم سعید

کمی ہی نہیں بلکہ سبب ترکِ عبادت کا بن جاتی ہے۔ اسی لیے دوسری حدیث میں وارد ہے: خَيْرُ الْعَمَلِ اَدْوَمُهٗ وَاِنْ قَلَّ [۲۵۰] سب سے بہتر وہ عمل ہے جو تھوڑا ہو مگر ہمیشہ ہوتا رہے۔ پس عبادت میں میانہ روی اور اعتدال رکھے تاکہ ہمیشہ اس عمل کا نباہ ہو سکے، اور بہت مبالغہ کرنے والا کچھ دن میں صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ اور بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اعمال میں میانہ روی اور اعتدال اہل اللہ اور کاملین کی صحبت اور ان کی مجلس میں حاضری کی برکات سے حاصل ہوتا ہے اور استقامت کی نعمت اہل اللہ کے تعلق اور مصاحبت ہی سے عطا ہوتی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [۲۵۱] ترجمہ: صادقین کے ساتھ رہو۔ مراد صادقین سے مشائخ و بزرگانِ دین ہیں۔

۱۴۴- وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ- رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ [۲۵۲]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی برائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ دین یا دنیا میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

تشریح: مشائخ نے فرمایا ہے: اٰخِرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ رَّاْسِ الصِّدِّيْقِيْنَ حُبُّ الْجَاهِ [۲۵۳] سب سے آخر میں صدیقین اولیائے کرام کے سر سے جو نکلتی ہے وہ حُبِّ جاہ ہے۔ پس گوشہ نشینی اور گم نامی ہر حالت میں مفید اور سلامتی کا راستہ ہے۔ اور یہ حدیث ان لوگوں کے لیے ہے جو مخلوق میں دنیا کے لیے حبِّ جاہ اور شہرت اور قبولیت کے طالب ہیں، اور جو محفوظ اور مقبول اور مخلص بندے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں۔ چناں چہ اللہ ربّ العزت اپنے کلام

---

۲۵۰ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۹-۴۵۰، (۴۲۴۰)، باب المداومۃ علی العمل، المکتبۃ الرحمانیۃ

۲۵۱ التوبۃ: ۱۱۹

۲۵۲ شعب الایمان للبیہقی: ۹/۲۲۵، (۶۵۸۰)، مکتبۃ الرشد

۲۵۳ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۳۰۶، (۵۱۸۱)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

میں فرماتے ہیں: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا[۲۵۴] خاص بندوں کے لیے اس حالت کو بیان فرمایا۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرمائی ہے کہ اے اللہ! ہمارے ازواج وذریات کو متقی بنادیجیے تاکہ مجھے جو آپ نے ان کا امام اور بڑا بنایا ہے تو میں امام المتقین بنوں۔ نقل ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ تو لوگوں میں مشہور ہے یعنی انگشت نمائی تیری طرف ہوتی ہے تو فرمایا کہ اس حدیث سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ دین میں بدعتی ہو اور اس کی بدعت کے سبب انگشت نمائی اس کی طرف کی جاتی ہو یا دنیا میں فاسق ہو اس کے سبب ایسا ہو، اور جو دنیا میں غنی ہو اور مال داری کے ساتھ مشہور ہو لیکن فسق وفجور میں نہ پڑے اور دین میں سنت کے طریقے کی اتباع کرتا ہو وہ اس کلیہ میں داخل نہیں، وباللہ التوفیق۔ اور معلوم ہو کہ بدون طلبِ جاہ اور شہرت کے بعض اہل اللہ بہت مشہور ہوجاتے ہیں ان کے لیے یہ شہرت مضر نہیں بلکہ یہ شہرت دین کی اشاعت کے لیے مفید ہوتی ہے اور کثیر مخلوق ان سے فیض حاصل کرتی ہے اور ایسے مخلص بندے حق تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہوتے ہیں اور یہ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[۲۵۵] (الآیۃ) کا ظہور ہوتا ہے۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عن قریب ان کے لیے (صالحین کے لیے) محبت پیدا فرماویں گے۔ یہ شہرت منجانب اللہ ہوتی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
میرا شہرہ اُڑا دیا کس نے

ایسی شہرت مضر نہیں۔

❖❖❖❖

۲۵۴؎ الفرقان: ۷۴

۲۵۵؎ مریم: ۹۶

فصلِ سوم

۱۴۵- وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ - رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۲۵۶]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک روز مسجدِ نبوی کی طرف گئے تو دیکھا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: معاذ! کون سی چیز تم کو رُلا رہی ہے؟ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھ کو وہ بات رلا رہی ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور یہ کہ جو شخص اللہ کے دوست سے دشمنی رکھے (یعنی اپنے قول و فعل سے اس کو اذیت پہنچائے) اس نے گویا اللہ سے جنگ کی اور مقابلہ کیا (اور جو شخص اللہ سے مقابلہ کرے گا تباہ و رسوا ہو گا) اللہ نیکو کاروں، پرہیز گاروں اور ان مخفی حال کے (گم نام) لوگوں کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ نظروں سے غائب ہوں تو ان کو پوچھا نہ جائے اور جب موجود ہوں تو ان کو بلایا نہ جائے اور (بلایا جائے تو) پاس نہ بٹھایا جائے ان لوگوں کے دل چراغِ ہدایت ہیں (کہ اس کے نور

---

۲۵۶ شعب الایمان للبیہقی: ۹/۱۴۱، (۶۳۹۳)، مکتبۃ الرشد

سے راہِ راست پائی جاتی ہے) اور یہ لوگ ہر تاریک زمین سے ظاہر و پیدا ہوتے ہیں۔

تشریح: ''شرک ہے'' سے مراد شرکِ عظیم ہے یا ایک نوع شرک سے ہے یعنی وہ نہایت پوشیدہ ہے اور بہت کم لوگ اس سے سالم رہتے ہیں یعنی اقویاء بھی چہ جائیکہ ضعفاء، پس یہ من جملہ اسبابِ گریہ سے ہے۔ اور سببِ گریہ دوسرا اولیاء کو ایذا دینا ہے، اور اکثر اولیاء پوشیدہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ اَفْنَائِیْ لَایَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ[۲۵۷] اولیاء میرے عرش کے صحن کے درمیان ہیں ان کو میرے علاوہ نہیں پہچانتے ہیں دوسرے۔ اور انسان بدزبانی سے خالی نہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ بدون ارادہ بعض اولیاء کی شان میں گستاخی ہوئی ہو اور ان کو اذیت ہوئی ہو اور مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا[۲۵۸] کا وبال آپڑے، اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دیندار وہ ہے جو حق تعالیٰ کے احکام کی عظمت کو پہچانے اور خلقِ خدا پر شفقت کرے اور شرکِ جلی و خفی اور تمام ممنوعات سے پرہیز کرے۔ بعض مقبول بندے ایسے پوشیدہ ہیں کہ وہ پریشان بال وحال ہیں، روایت ہے: رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَایُعْبَأُ بِهٖ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهٗ[۲۵۹] بعضے بندے پراگندہ بال غبار آلود ہیں اور لوگ ان کی پروا بھی نہیں کرتے (یعنی مخلوق میں بے قدر و منزلت ہوتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے درجے کے مقبول ہوتے ہیں کہ) اگر وہ قسم کھالیں کسی بات پر تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دیتے ہیں۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ: دنیا کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو تجھے کیا خبر کہ اس گرد و غبار

---

۲۵۷ مرقاة المفاتيح: ۹/۵۱۲-۵۱۳، (۵۳۲۸)، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، دار الكتب العلمية، بيروت

۲۵۸ صحيح البخاری: ۲/۹۶۲-۹۶۳، (۶۵۴۱)، باب التواضع، المكتبة المظهرية/ مرقاة المفاتيح: ۹/۵۱۲-۵۱۳، (۵۳۲۸)، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، دار الكتب العلمية، بيروت

۲۵۹ صحيح مسلم: ۲/۳۸۳، باب الجهنم اعاذن الله منها، ایچ ایم سعید/ كشف الخفاء ومزيل الالباس: ۱/۴۸۲، (۱۳۶۴)، مكتبة العلم الحديث/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۲۶۹، (۴۰۶۹)، باب فضل الفقراء، المكتب الاسلامی، ذكراه بدون لفظ ''أغبر''

میں دُرِّ شہسوار پوشیدہ ہو۔ ان کو چراغِ ہدایت فرما کر اس حدیث سے یہ بتادیا گیا کہ خالی خاکساری اور فقیری اور خواری بے اختیاری میں یہ فضیلت نہیں جب تک کہ تقویٰ اور نورانیت باطن میں نہ ہو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۲۶۰] اور نہیں ہیں ولی اس کے مگر پرہیز گار بندے۔ پس غیر متقی ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔

۱۴۶-وَعَنْ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ-رَوَاهُ اَحْمَدُ[۲۶۱]

ترجمہ: شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس نے نماز پڑھی دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا اور جس نے روزہ رکھا دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا اور جس نے خیرات کیا دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا۔

تشریح: یعنی جو عمل دکھانے کے لیے کیا جاوے وہ شرکِ خفی ہے، اور شرکِ جلی بت پرستی کرنا ہے۔ مشائخ سے منقول ہے: مَا مَنَعَكَ مِنَ اللهِ فَهُوَ وَثَنُكَ[۲۶۲] جو چیز تجھ کو روک دے اللہ سے (یعنی اللہ کی اطاعت سے) وہ تیرا بت ہے۔

۱۴۷-وَعَنْ مُّعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ[۲۶۳]

۲۶۰۔ الانفال: ۳۴

۲۶۱۔ شعب الایمان للبیہقی: ۳۶۵/۲۸، (۱۸۱۴۰)، مؤسسة الرسالة/المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۳۶۵/۴، (۷۹۳۸)، كتاب الرقاق، دار الكتب العلمية، بيروت

۲۶۲۔ مظاہر حق: ۸۴۲/۴

۲۶۳۔ مسند احمد: ۳۷۸/۳۶، (۲۲۰۵۵)، مؤسسة الرسالة

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں چند قومیں ایسی پیدا ہوں گی جو ظاہر میں دوست ہوں گی لیکن باطن میں دشمن۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ کیوں کر ہوگا؟ فرمایا: یہ اس طرح ہوگا کہ ان میں سے بعض بعض سے غرض ولالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوفزدہ ہوں گے۔

تشریح: یعنی اغراضِ دنیویہ کے سبب دوستی رکھیں گے، جب غرض نہ ہوگی بیگانہ ہوں گے اور غرضِ متوقع نہ پوری ہونے سے دشمن ہوجاویں گے۔ خلاصہ یہ کہ نہ ان کی محبت اللہ کے لیے ہوگی نہ ان کا بغض اللہ کے لیے ہوگا۔ پس اس زمانے میں نہ مخلوق کی محبت کا اعتبار ہوگا نہ مخلوق کی عداوت کا اعتبار ہوگا کیوں کہ ان کی محبت وعداوت کا تعلق اغراضِ فاسدہ اور مقاصدِ کاسدہ سے ہوگا۔

۱۴۸-وَعَنْ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ اَنَّهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهْوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ-رَوَاهُ اَحْمَدُ[۲۶۴]

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) وہ روئے۔ پوچھا گیا: کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے اس بات نے رلایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں اپنی اُمت پر شرکِ مخفی اور مخفی خواہشات سے ڈرتا ہوں۔ میں نے

[۲۶۴] مسند احمد: ۳۴۶/۲۸، (۱۷۱۲۰)، مؤسسة الرسالة/المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۳۶۶/۴، (۷۹۴۰)، كتاب الرقاق، دار الكتب العلمية، بيروت

عرض کیا: یارسول اللہ ! کیا آپ کی اُمت آپ کے بعد شرک کرے گی۔ فرمایا: ہاں، خبر دار! میری اُمت سورج کو نہ پوجے گی، چاند کی عبادت نہ کرے گی، پتھر کی پرستش نہ کرے گی اور نہ بتوں کے آگے سجدہ کرے گی لیکن اپنے اعمالِ خیر لوگوں کو دکھائے گی۔ اور مخفی شہوت یہ ہے کہ مثلاً ان میں سے کوئی شخص صبح کو روزہ دار اٹھے گا پھر کوئی خواہش نفسانی خواہشات میں سے پیش آئے گی (مثلاً کھانے پینے کی خواہش یا جماع کی خواہش) اور وہ روزے کو توڑ دے گا۔

تشریح: کسی نیک عمل کو دکھانے کے لیے کرنا شرکِ خفی کہلاتا ہے، اور یہ ارشاد کہ روزے کو توڑ دے گا یعنی لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ کا لحاظ نہ کرے گا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ [۲۶۵] اور نہ باطل کرو اپنے اعمال کو۔

۱۴۹- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا ھُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلشِّرْکُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیَزِیْدُ صَلٰوتَہٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَّظَرِ رَجُلٍ - رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ [۲۶۶]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: خبر دار! کیا تم کو میں ایک اور بات نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! خبر دیجیے یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ خطرناک چیز) شرکِ خفی ہے، اور شرکِ خفی یہ ہے کہ مثلاً آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے نماز میں (یعنی لمبے چوڑے ارکان ادا کرتا ہے) محض اس لیے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔

---

۲۶۵ محمد: ۳۳

۲۶۶ سنن ابن ماجۃ: ۷، ۴۴ (۴۲۰۴)، باب الریاء والسمعۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ

تشریح: دجال سے ریا کا خطرہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ دجال کے جھوٹے ہونے کی علامات ظاہر ہوں گی اور مقدمۂ ریا دل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشمِ مردم گزاری دراز

ترجمہ: وہ نماز دوزخ کی کنجی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے لمبی چوڑی پڑھی جائے۔

۱۵۰- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَّابَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَائِنًا مَّا کَانَ[۲۶۷]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی ایسے بڑے پتھر کے اندر کوئی عمل کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو اور نہ کوئی روشندان اس کے عمل کی خبر لوگوں کو ہو جائے گی خواہ وہ عمل کسی قسم کا ہو۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مخلص بندہ اپنے اخلاص کے سبب اپنے نیک اعمال کو بہت ہی مبالغہ کے ساتھ پوشیدہ کرے اور ایسی جگہ چھپ کر ذکر ونوافل ادا کرے جہاں سے مخلوق کو پتا چلنا نہایت مشکل ہو تب بھی حق تعالیٰ اس کے اعمالِ صالحہ کی اطلاع مخلوق تک پہنچادیں گے یعنی بندے کو خود اپنے اعمال کے اظہار کی حاجت نہیں اور دکھانے کی نیت سے اعمال کو ضایع کرنے اور ثواب سے خود کو محروم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ اخلاص کے ساتھ صرف رضائے حق کے لیے عبادت کرنے کی خوشبو کو خود حق تعالیٰ پھیلا دیتے ہیں۔[۲۶۸] پس بندے کو چاہیے کہ اپنے مولیٰ کی رضا کے لیے اپنے اعمالِ صالحہ وطاعات کو مخفی کرنے میں کامل احتیاط سے کام لے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ جس طرح مخلوق کو دکھانے کے لیے نیکی اور عبادت کرنا رِیا ہے اسی طرح مخلوق کے

۲۶۷؎ شعب الایمان للبیھقی:۹/۲۰۸،(۶۵۴۱)،مکتبۃ الرشد

۲۶۸؎ مگر اس نیت سے عمل کو مخفی نہ کرے بلکہ صرف خالص رضائے حق کے لیے ہو۔

خوف سے یعنی رِیا کے خوف سے ترکِ عبادت بھی ریا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کو نظر سے ہٹا دے اور عظمت و کبریائی حق تعالیٰ کی سامنے رکھے جیسا کہ آفتاب کے ہوتے ستارے نظر نہیں آتے۔ مگر یہ مقام منتہی اور کامل کا ہے۔ مبتدی کے لیے طاعات و معمولاتِ نافلہ کا اخفا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے۔ اور بعضے جاہل صوفیا جو جماعت سے مسجد میں نماز نہیں ادا کرتے اور ریا کا خوف ظاہر کر کے فرائض بھی گھروں میں ادا کرتے ہیں تو یہ ان کی سخت نادانی اور جہالت ہے۔ صرف نوافل اور طاعاتِ نافلہ کے لیے یہ حکم سمجھے۔ حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص کے اندر کوئی اچھی یا بُری خصلت چھپی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایک علامت اس سے ظاہر فرماتے ہیں جس کے سبب وہ صورت سے پہچان لیا جاتا ہے۔

۱۵۱-وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَّتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ- رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۲۶۹]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میں اس اُمت پر (یعنی اپنی اُمت پر) ہر منافق کے شر سے ڈرتا ہوں جو علم و حکمت کی تو باتیں کرتا ہے اور ظلم کے کام کرتا ہے۔

تشریح: یعنی وعظ کہتا ہے لوگوں کو معتقد بنا کر ان سے دنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا کہ اس کا دل تقویٰ کے نور سے خالی ہوتا ہے اور یہی صفت منافقوں کی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے وجود سے اپنی اُمت پر خوف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جملہ خدامِ دین کی اس فتنے سے حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ اور سب کے صدقہ میں اس عبد ناکارہ کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

۱۵۲-وَعَنِ الْمُهَاجِرِ ابْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّيْ اَتَقَبَّلُ

۲۶۹ شعب الایمان للبیہقی: ۲۷۳/۳، (۱۶۴۱)، مؤسسۃ الرسالۃ

هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِيْ طَاعَتِيْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّيْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ [۲۷۰]

ترجمہ: حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں حکیم کے ہر کلام کو قبول نہیں کرلیتا لیکن میں اس کے ارادہ اور نیت کو قبول کرتا ہوں۔ اگر اس کی نیت اور محبت میری اطاعت میں ہے تو میں اس کی خاموشی کو اپنی تعریف قرار دیتا ہوں اور وقار اگرچہ وہ کلام نہ کرے۔

تشریح: یعنی اگر کلام کرے دین کا اور نیت دنیا ہو تو وہ دنیا ہی ہے اور اگر خاموشی اختیار کرے اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت کے لیے تو وہ خاموشی محمود اور حمد وثناء کے رتبہ میں مقبول ہے اور مایۂ وقار علم کا ہے۔ اسی سبب سے مشایخ سے منقول ہے کہ اللہ والوں کی خاموشی بھی ہادی ہے، جس طرح سے ان کا نطق درجۂ قال سے ہادی ہے ان کا سکوت بھی درجۂ حال سے ہادی ہے۔

خامش اند و نعرۂ تکرارِ شاں
می رود تا یار و تختِ یار شاں

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ خاموش بھی ہوتے ہیں اس وقت بھی ان کے باطن سے حق تعالیٰ تک مناجاتِ خاصہ وفریادِ خاص کا رابطہ قائم رہتا ہے۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ ﷻ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

---

[۲۷۰] سنن الدارمی: ۱/۳۱۶، (۲۵۸)، باب العمل بالعلم وحسن النیۃ فیہ، دار المغنی للنشر والتوزیع

بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ

رونے اور ڈرنے کا بیان

فصلِ اوّل

۱۵۳- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۲۷۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور بہت کم ہنسو۔

تشریح: اس حدیث میں تنبیہ فرمائی گئی ہے اُمت کو کہ جاہلوں اور غافلوں کے طریقۂ حیات سے اجتناب کرے یعنی زیادہ ہنسنے اور زیادہ راحت و عیش سے زندگی کو بچائے اور اُمید پر خوف کو غالب رکھے مگر بڑھاپے میں خوف پر اُمید کو غالب رکھے بالخصوص دنیا سے رخصت ہونے کے قریب ایام میں عفو و رحمت کا مراقبہ زیادہ رکھے۔

۱۵۴- وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَا اَدْرِيْ وَاللهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۲۷۲]

ترجمہ: حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں لیکن اللہ کی قسم! یہ نہیں

۲۷۱؎ صحیح البخاری: ۲/۹۶۰، (۶۵۲۴) باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، المکتبة المظهریة/صحیح مسلم: ۲/۲۶۳، کتاب الفضائل، باب توقیره صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۶۸، (۴۱۷۰)، باب الخوف من اللہ عزوجل، المکتب الاسلامی

۲۷۲؎ صحیح البخاری: ۱/۳۶۹، (۲۷۰۲)، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات، المکتبة المظهریة

جانتا کہ میرے ساتھ کیا (معاملہ) کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (معاملہ کیا جائے گا)۔

تشریح: یہ حدیث اس وقت وارد ہوئی جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا جو کبائر مہاجرین صحابہ میں سے تھے، انتقال ہوا اور جنّت البقیع میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت کے بعد ان کی پیشانی کا بوسہ دیا اور آنسو بہائے اور بہت عنایات فرمائیں۔ ایک عورت نے جو وہاں حاضر تھی کہا کہ اے ابنِ مظعون! بہشت تجھ کو مبارک ہو کہ عاقبت تیری بخیر ہے۔ پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو زجر و تنبیہ فرمائی کہ غیب کے فیصلوں پر ایسے یقین کے ساتھ دعویٰ کرنا اور پھر رُوبرو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جرأت سے بولنا بے ادبی اور نادانی ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق یہ فرمانا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو گا یہ دراصل آپ کا غلبۂ استحضارِ عظمت و کبریائی حق سے راہِ ادب اختیار کرنا ہے اور حقیقت کلام کی مراد نہیں، یا یہ مراد ہو کہ عاقبت کا حال تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں اگرچہ مجملاً آپ کو علم تھا کہ عاقبت جملہ انبیاء علیہم السلام کی بخیر ہے، یا مراد یہ ہو کہ میں نہیں جانتا موت سے مروں گا یا قتل سے، اور نہیں جانتا میں کہ تم پر اگلی اُمتوں کی طرح سے عذاب نازل ہو گا یا نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت کے نزول سے قبل ہے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ [۲۷۳] اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوا کہ عاقبت بخیر ہے۔ كَذَا قِيْلَ [۲۷۴]

۱۵۵- وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۤئِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَّهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَّرَأَيْتُ عَمْرَو ابْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ [۲۷۵]

---

[۲۷۳] الفتح:۲

[۲۷۴] مرقاۃ المفاتیح:۵۲۱/۹،(۵۳۴۰)،کتاب الرقاق،باب البکاء والخوف،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

[۲۷۵] صحیح مسلم:۲۹۷/۱-۲۹۸،کتاب الکسوف،ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیش کی گئی میرے سامنے دوزخ کی آگ (یعنی شب معراج میں یا خواب میں یا بیداری میں) میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو ایک بلی کے معاملے میں عذاب کیا جارہا ہے جس کو اس نے باندھ کر رکھا تھا نہ تو وہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کی رسی کھولتی تھی کہ وہ حشرات الارض میں سے (چل پھر کر) کچھ کھالے یہاں تک کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی، اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا جو اپنی آنتوں کو دوزخ کی آگ میں کھینچ رہا تھا اور یہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

تشریح: پہلے زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ جو اونٹنی ہمیشہ مادّہ جنتی یا کوئی مسافر دور دراز سے آتا یا کوئی بیمار شفاء پاتا تو اونٹنی آزاد کرتے اور اس کو چھوڑ دیتے۔ اس پر سواری نہ کرتے، جہاں سے وہ چاہتی چرتی، پانی پیتی اور اس عمل کو بت کے تقرب کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ اس رسم کی ابتداء کرنے والا اور بنیاد رکھنے والا یہی عمرو بن عامر خزاعی ہے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ بتوں کی پرستش کی ایجاد کرنے والا بھی یہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آدمی ابھی سے دوزخ میں ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے دن جو اس پر ہونے والا ہے وہ حالت آپ پر منکشف کی گئی اور صورت اس کی دکھادی گئی۔ واللہ اعلم

۱۵۶- وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ يَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَّرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ يَاتِيْهِمْ رَجُلٌ لِّحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ-[۲۷۶]

ترجمہ: حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں

---

[۲۷۶] صحیح البخاری: ۲/۸۳۷، (۵۶۰۹)، باب ما جاء فی من یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ، المکتبۃ المظہریۃ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میری اُمت میں کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو خز اور ریشم کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال وجائز کرلیں گی اور ان میں سے کچھ قومیں اونچے پہاڑوں کے پہلو میں قیام اختیار کریں گی یعنی ان کی جائے قیام مشہور اور نمایاں جگہ ہوگی کہ گدا اور محتاج سب ان کو دیکھنے آئیں گے اور حاجتیں طلب کریں گے۔ رات کے وقت ان کے مویشی (جو چرنے کو گئے تھے) واپس آئیں گے (پیٹ بھرے ہوئے اور تھنوں میں دودھ بھرا ہوا) اور ایک سائل ان کے پاس حاجت کے سبب آئے گا (تاکہ مویشی کے دودھ سے محظوظ ہو) وہ اس سے کہہ دیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا پھر رات ہی کو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا اور پہاڑ کو ان کے بعض آدمیوں پر گرادے گا اور بعض کی صورتوں کو مسخ کردے گا اور بندر اور سؤر بنادے گا جو قیامت تک اسی شکل وصورت میں رہیں گے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خسف اور مسخ کا عذاب اس اُمت پر بھی ہوگا جیسا کہ اگلی اُمتوں پر ہوا۔ پس حدیثوں میں جو اس کی نفی آتی ہے وہ یا تو محمول ہے اس معنٰی پر کہ اس اُمت کے اوّل زمانہ میں ایسا نہ ہوگا، اور یا محمول ہے کہ تمام اُمت پر خسف و مسخ نہ ہوگا پس بعض پر ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۵۷- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۲۷۷]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو یہ عذاب ہر اس شخص کو گھیر لیتا ہے جو اس قوم میں ہوتا ہے (یعنی صالح اور غیر صالح) پھر (آخرت میں) لوگوں کو مع ان کے اعمال کے اٹھایا جائے گا۔

---

۲۷۷ صحیح البخاری: ۲/۱۰۵۳، (۷۱۵۱)، باب اذا انزل اللہ بقوم عذابا، المکتبۃ المظہریۃ/صحیح مسلم: ۲/۳۸۷، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالٰی عند الموت، ایچ ایم سعید/شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۴۰۰ (۴۲۰۴)، باب اذا ھلکوا بعذاب بعثوا علی نیاتھم، المکتب الاسلامی

تشریح: یعنی دُنیا میں عذاب کے اندر نیک اور بُرے سب شامل ہوں گے لیکن آخرت میں ہر ایک اپنے عمل کے موافق جزا دیا جاوے گا، اگر نیک ہے اچھا بدلہ دیا جاوے گا اور بُرا ہے تو بُرا بدلہ پائے گا۔

۱۵۸- وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ[۲۷۸]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر بندہ اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس حال پر کہ وہ مرا ہے۔

تشریح: یعنی ایمان پر یا کفر پر، طاعت پر یا معصیت پر، ذکر پر یا غفلت پر جس حالت میں مرے گا اسی حالت میں قیامت کے دن اُٹھایا جاوے گا۔

پس اعتبار خاتمہ کا ہے کہ دیکھیے آخری حالت کس کی کیا ہوتی ہے۔ اسی سبب سے حق تعالیٰ کے مقبول بندے یعنی اولیائے کرام اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں وترساں رہتے ہیں اور جاہل فقیر اور وہ اہلِ علم جو اہل اللہ کی محبت سے خود بینی کے سبب دور رہتے ہیں وہ دعویٰ اور پندار اور تکبر کی باتیں کرنے میں دلیر ہوتے ہیں حق تعالیٰ اس بیماری سے اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ایماں چو سلامت بہ لبِ گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

ترجمہ: جب ایمان کو سلامتی کے ساتھ ہم قبر میں لے جائیں گے تو اس وقت ہم اپنی موجودہ چالاکی اور چستی پر تحسین و تعریف کریں گے۔ کیوں کہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور ابھی اس کا علم ہم کو نہیں۔

۲۷۸؎ صحیح مسلم:۲/۳۸۷، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، ایچ ایم سعید/شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۴۰۲، (۴۲۰۷)، باب اذا ھلکوا بعذاب بعثوا علیٰ نیاتھم، المکتب الاسلامی

فصلِ دوم

۱۵۹-عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۲۷۹]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کی آگ کے مانند نہیں دیکھا (یعنی ایسی شدید وہولناک چیز نہیں دیکھی) کہ اس سے بھاگنے والا سوتا ہے اور جنّت کے مانند نہیں دیکھا کہ اس کا طلب کرنے والا سوتا ہے۔

تشریح: یعنی دوزخ کے عذاب سے جیسا کہ بھاگنا چاہیے اس طرح لوگوں کا عمل نہیں بلکہ بھاگنے کے بجائے سوتے ہیں۔ اور دوزخ سے بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو گناہوں سے بچایا جاوے اور نیک اعمال میں سستی نہ کرے۔

اسی طرح جنّت کی نعمتوں کی طرف جس طرح رغبت کے ساتھ دوڑنا چاہیے اس طرح عمل نہیں بلکہ دوڑنے کے بجائے سوتا ہے۔ اور جنّت کی طرف بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا اہتمام کیا جاوے اور گناہوں سے بچا جاوے۔

۱۶۰-وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَأَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللهِ، قَالَ

---

۲۷۹ جامع الترمذی: ۸۷/۲، باب ما جاء ان للنار نفسین وما ذکر من یخرج من النار من اھل التوحید، ایج ایم سعید/شرح السنۃ للبغوی: ۳۷۲/۱۴، (۴۱۷۴)، باب الخوف من اللہ عزوجل، المکتب الاسلامی

اَبُوْ ذَرٍّ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ[۲۸۰]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے (یعنی علاماتِ قیامت اور حق تعالیٰ کی صفاتِ قہریہ) اور جس بات کو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے (یعنی احوالِ آخرت کے اسرار اور قیامت کی ہولناکیاں اور عذابِ دوزخ کی شدت)، آسمان آواز بلند کرتا ہے اور اس کو آواز کرنے کا حق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اگر تم کو اس بات کا علم ہو جائے جس کو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور نہ عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرو اور جنگلوں کی طرف اللہ تعالیٰ سے نالہ و فریاد کرتے ہوئے نکل جاؤ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد غلبۂ خوف سے فرمایا: کاش! میں کوئی درخت ہوتا جس کو کاٹ ڈالا جاتا۔

تشریح: بعض فرشتے قیام میں ہیں اور بعض رکوع میں ہیں بعض سجدہ میں ہیں۔ اور اس حدیث میں صرف سجدہ کا تذکرہ ہے تو ممکن ہے کہ یہ صورت ایک آسمان کے ساتھ ہو۔ واللہ اعلم

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ کاش میں درخت ہوتا اسی طرح کے اقوال اور بھی اکابر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کاش میں بکری ہوتا اور ذبح کرکے مجھے کھا جاتے، دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کاش کہ میں پرندہ ہوتا جہاں چاہتا چلا جاتا اور کچھ احکامِ شریعت اس پر نہیں۔ اور یہ حضرات وہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت جنّت کی دی گئی تھی پھر اوروں کو کیا کہیے۔ اگرچہ وعدہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے،

۲۸۰؎ جامع الترمذی: ۲/۵۷، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا، ایج ایم سعید/ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۶، (۴۱۹۰)، باب الحزن والبکاء، المکتبۃ الرحمانیۃ مسند احمد: ۳۵/۴۰۵، (۲۱۵۱۶)، مؤسسۃ الرسالۃ/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۳۷۰، (۴۱۷۲)، باب الخوف من اللہ عزوجل، المکتب الاسلامی

لیکن خوفِ درگاہِ بے نیازی کمر توڑے ڈالتا ہے۔ آسمان آواز بلند کرتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اژدہام و ہجومِ ملائکہ سے آسمان چر چر بولتا ہے۔

۱۶۱- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِیَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[۲۸۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص (آخر شب میں دشمن کی غارت گری سے) خوف رکھتا ہے اوّل رات ہی میں بھاگتا ہے (تاکہ دشمن سے نجات پائے) اور جو شخص اوّل رات میں بھاگتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبر دار! اللہ تعالیٰ کی متاع بہت مہنگی ہے، خبر دار! اللہ تعالیٰ کی متاع جنّت ہے۔

تشریح: یہ مثال بیان فرمائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی راہ چلنے والوں کی کہ شیطان ہر سالک کے پیچھے لگا رہتا ہے اور نفس اور خواہشاتِ باطلہ ایمان و دین پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں پس جس نے ہوشیاری سے راستہ طے کیا اور اپنی نیت کو خالص رکھا وہ شیطان سے امن میں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبر دار خدائی سودا بڑا مہنگا ہے یعنی آخرت کی راہ بہت مشکل ہے تھوڑی سعی سے نہیں حاصل ہوتی یعنی خوب محنت کرو آخرت کے لیے۔ اور جنّت اللہ تعالیٰ کی متاع ہے جس کی قیمت نیک اعمال ہیں۔

۱۶۲- وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ[۲۸۲]

---

۲۸۱ جامع الترمذی:۲/۷۱، ابواب صفة القیٰمة،ایچ ایم سعید/شرح السنة للبغوی:۱۴/۳۷۱،(۴۴۵۰)، باب الخوف من اللہ عزوجل،المکتب الاسلامی

۲۸۲ جامع الترمذی:۲/۸۷،باب ماجاء ان للنار نفسین وما ذکر من یخرج من النار،ایچ ایم سعید/ شعب الایمان للبیہقی:۲/۲۰۰،(۷۲۶)،باب الخوف من اللہ عزوجل،مکتبة الرشد

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا (ان فرشتوں سے جو دوزخ پر متعین ہیں) آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جس نے مجھ کو ایک دن بھی یاد کیا ہے یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

تشریح: ذکر سے مراد اخلاص ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا خالص دل سے اور سچی نیت سے۔ دلیل اس مفہوم پر یہ حدیث ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا خالص دل سے وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔ اور مراد خوف سے یہاں اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اور اپنے اعضاء کو اطاعت وعبادت میں مشغول رکھنا ہے۔ اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ۔ اے اللہ! مجھے اپنے خوف کا وہ حصہ عطا فرما جو میرے اور تیرے معاصی کے درمیان حائل ہو جاوے۔

پس خوفِ خدا اسی کا نام ہے جو گناہ سے دور رکھے، اور گناہوں میں ملوث آدمی کا خوفِ خدا پر دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے۔ اسی سبب سے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ کیا تو اللہ سے ڈرتا ہے؟ تو خاموشی اختیار کرلے، کیوں کہ اگر کہتا ہے کہ نہیں ڈرتا ہوں تو کافر ہوتا ہے اور اگر تو کہتا ہے کہ ڈرتا ہوں تو تیرا دعویٰ جھوٹ ہے کیوں کہ گناہوں سے تو محفوظ نہیں ہے۔ [۲۸۳]

۱۶۳-وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

---

۲۸۳ مرقاۃ المفاتیح: ۵۳۱/۹، (۵۳۴۹)، کتاب الرقاق، باب الخوف والبکاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ-رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۲۸۴]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا: **وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ**[۲۸۵] (یعنی وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ترساں ولرزاں ہیں) کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی! نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو (شاید) قبول نہ کیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

تشریح: یعنی نہایت رغبت کرتے ہیں طاعات میں اور دوڑتے ہیں اعمالِ صالحہ کی طرف لیکن ڈرتے ہیں اس خوف سے کہ عبادات میں حق تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا حق ادا نہ ہو سکا اس لیے استغفار کرتے ہیں۔ پس عام لوگ تو صرف سیئات سے استغفار کرتے ہیں اور خواصِ اُمت حسنات کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں کہ جو کوتاہیاں ادائیگئ حسنات میں ہوئی ہوں وہ معاف ہو جائیں۔

اور ”دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مالی اور بدنی جو عبادتیں کرتے ہیں ساتھ ساتھ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ قبول ہوئی یا نہیں۔ احقر مؤلف کتابِ ہٰذا عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کرتا رہے اور ڈرتا رہے، یعنی نیک اعمال کرکے بے ڈر نہ ہو اور ناز نہ ہو، اور نہ اتنا ڈر مطلوب ہے کہ خوف سے اعمال ہی چھوڑ بیٹھے۔ یہ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بھی فرمادیا کہ یہ ڈرنے والے بندے وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں۔

---

۲۸۴ جامع الترمذی: ۱۵۱/۲، ابواب التفسیر، سورۃ المؤمنین، ایچ ایم سعید/سنن ابن ماجۃ: ۴۴۶، (۴۱۹۸)، باب التوقی علی العمل، المکتبۃ الرحمانیۃ

۲۸۵ المؤمنون: ۶۰

۱۶۴- وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ اُذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۲۸۶]

ترجمہ: حضرت اُبی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے (نمازِ تہجد کے لیے) اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، زلزلہ آیا اور اس کے پیچھے پیچھے آنے والا۔ موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں، موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے والوں اور غافلوں کو اس حدیث میں تہجد کی تاکید فرمائی ہے، اور زلزلہ آنے کا مطلب قیامت کے قرب کا بتانا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ سونا مشابہ موت ہے جو علامت نفخۂ اولیٰ ہے اور جاگنا نفخۂ ثانیہ ہے اور یہ دونوں نشانی قیامت ہیں جو سونے اور جاگنے میں موجود ہیں پس ہر رات عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے۔ پھر جاگنے کے بعد کی دعا جو وارد ہے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں زندگی دی بعد موت دینے کے اور اس کی طرف حشر و نشر کے لیے جانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سونے اور جاگنے میں حشر و نشر کے علامات موجود ہیں۔

۱۶۵- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَأَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰى الْمَوْتِ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ

۲۸۶ جامع الترمذی: ۲/۷۲، ابواب صفة القيمة، ایچ ایم سعید

وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ [٢٨٧]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے دیکھا کہ لوگ گویا ہنس رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تم کو اس سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں (یعنی ہنسنے سے اور غفلت سے) اور وہ (یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز) موت ہے۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو اکثر یاد رکھو، اور واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور جب قبر میں مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: تیرا آنا مبارک ہو تو کشادہ مکان میں آیا ہے، تو میرے نزدیک بہت محبوب تھا ان لوگوں میں سے جو مجھ پر

٢٨٧۔ جامع الترمذی: ٢/٧٢-٧٣، ابواب صفة القيمة، ایچ ایم سعید

چلتے ہیں، آج کے دن میں تجھ پر حاکم و قادر بنائی گئی ہوں اور تو مجبور ہو کر میری طرف آیا ہے پس تو عن قریب میرے اس نیک سلوک کو دیکھے گا جو میں تیرے لیے کروں گی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس مومن بندے کے لیے حدِّ نظر تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے (جس سے وہ جنّت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور اس میں سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور حور و قصور اور جنّت کی نہریں اور میوے اور درخت دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں) اور جب فاجر یا کافر بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: نہ تو تیرا آنا مبارک اور نہ قبر تیرے لیے کشادہ مکان ہے، تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں نہایت مبغوض اور بُرا تھا، اور آج کے دن کہ میں تجھ پر حاکم و قادر کی گئی ہوں اور تو مجبور و مقہور ہو کر میری طرف آیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قبر اس کو دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں (یہ دکھانے کے لیے کہ قبر کے دبانے سے کافر کی پسلیاں اس طرح ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں) پھر فرمایا: اس کافر پر ستر اژدہے مقرر کیے جاتے ہیں (ایسے اژدہے کہ) اگر ایک ان میں سے زمین پر پھُنکار مارے تو قیامت تک زمین سبزہ نہ اگائے۔ یہ اژدہے اس کو کاٹتے اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس بندے کو حساب کے لیے لے جایا جائے، راوی ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک آگ کا گڑھا ہے۔

تشریح: ”موت کو کثرت سے یاد کرو کہ یہ لذت کو کاٹنے والی ہے“۔ یہ نہایت نصیحت ہے غافلوں کے لیے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا غافل کے دل کو زندہ کرتا ہے۔ چناں چہ عارف باللہ مولانا نور الدین علی متقی ایک تھیلی بنا کر رکھتے تھے جس پر موت لکھا ہوتا تھا جب کوئی ان سے مرید ہوتا اس مرید کی گردن میں یہ

تھیلی لٹکا دیتے تاکہ وہ جانتا رہے کہ موت قریب ہے نہ کہ دور ہے تاکہ آرزو دنیا کی کم کرے اور اعمالِ نیک زیادہ کرے۔

بعض نیک سلاطین کا دستور تھا کہ ایک شخص کو مقرر کرتے کہ وہ ان کے پیچھے کھڑا رہے اور الموت الموت کہتا رہے تاکہ غفلت نہ پیدا ہو آخرت سے۔ قبر کے اندر مردہ کے جسم کی بدبو سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ جسم کو کھا جاتے ہیں پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھاتے ہیں حتّٰی کہ ایک کیڑا رہ جاتا ہے پھر وہ بھوک سے مر جاتا ہے، اور انبیاء اور شہداء اور اولیائے کرام کے اجسام اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے بدن کو نہیں کھا سکتے کیڑے اور نہ زمین۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ[۲۸۸] تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا زمین پر کہ کھائے وہ پیغمبروں کے بدن کو۔ اور شہیدوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مقتول ہوئے ان کو مردہ گمان مت کرو، وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔ اور علماء کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء جس روشنائی سے تصنیف کرتے ہیں وہ شہیدوں کے خون سے افضل ہے۔ اس سے اولیائے کرام کے اجسام کی حفاظت ثابت ہوتی ہے۔ اور علماء سے مراد علمائے باعمل ہیں۔

۱۶۶-وَعَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِىْ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَّاَخَوَاتُهَا-رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ[۲۸۹]

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو سورۂ ھود اور اس جیسی اور سورتوں نے (جن میں قیامت اور عذابِ الٰہی کا ذکر ہے) بوڑھا کر دیا۔

---

۲۸۸ مرقاۃ المفاتیح:۹/۵۳۵،(۵۳۵۲)،کتاب الرقاق،باب الخوف والبکاء،دار الکتب العلمیۃ،بیروت
۲۸۹ شمائل الترمذی:۴،باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی:۱۴/۳۷۳،(۴۱۷۶)،باب الخوف من اللہ عزوجل،المکتب الاسلامی

۱۶۷- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّارَسُوْلَ اللهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَ اِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۲۹۰]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلٰت، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

تشریح: یعنی ان سورتوں میں جو عذاب بیان فرمایا گیا ہے مجھے اپنی اُمت کا غم ہوتا ہے کہ نجانے ان کا کیا حال ہو پس یہ غم مجھے بوڑھا کیے دیتا ہے۔

فصل سوم

۱۶۸- عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِّنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ-رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۲۹۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں (یعنی تمہارے نزدیک بہت معمولی اور حقیر ہیں اور تم ان کو کرنے سے نہیں ڈرتے) لیکن ہم ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔

۱۶۹-وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ

---

۲۹۰ شمائل الترمذی: ۴، باب ما جاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی: ۳۷۲/۱۴، (۴۱۷۵)، باب الخوف من اللہ عزوجل، المکتب الاسلامی

۲۹۱ صحیح البخاری: ۹۶۱/۲، (۶۵۳۱)، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، المکتبۃ المظہریۃ

وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا- رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ[۲۹۲]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کو حقیر اور معمولی خیال کیا جاتا ہے اس لیے کہ ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مطالبہ کرنے والا بھی ہے۔

تشریح: چھوٹے گناہ سے غافل نہ رہے اور ان کو معمولی نہ سمجھے کہ چھوٹی چنگاری بڑھتے بڑھتے شعلہ والی آگ بن جاتی ہے۔ نیز یہ کہ جس گناہ کو چھوٹا اور سہل جانا جاتا ہے اس کی تلافی اور اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ گناہ کو چھوٹا اور سہل سمجھ کر غفلت میں مبتلا رہے۔ نیز یہ سمجھنا چاہیے کہ چھوٹے گناہ پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ پھر صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی سبب سے کبھی حق تعالیٰ کبیرہ گناہ معاف فرماتے ہیں اور کبھی صغیرہ گناہ پر عذاب دیتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ[۲۹۳] اور حق تعالیٰ کا تھوڑا راضی ہونا بھی تمام کائنات ومافیہا سے افضل واکبر ہے۔ پس جس ذات پاک کی تھوڑی رضا نعمت کے اعتبار سے اکبر ہے تمام چیزوں سے اسی طرح اس کی ناراضی تھوڑی بھی نہایت خطرناک ومضر ہے تمام چیزوں سے۔

۱۷۰- وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَاقَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَاقَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَّاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا

---

۲۹۲ سنن ابن ماجۃ:۴۵۰،(۴۲۴۳)،باب ذکر الذنوب،المکتبۃ الرحمانیۃ/شعب الایمان للبیہقی:۹/۴۰۲-۴۰۳،(۶۸۷۵)،مؤسسۃ الرسالۃ/سنن الدارمی:۴/۱۷۹۲-۱۷۹۳(۲۷۶۸)،باب فی المحقرات،دار المغنی للنشر والتوزیع

۲۹۳ التوبۃ:۷۲

وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَّاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَّاِنَّا لَنَرْجُوْا ذٰلِكَ، قَالَ اَبِيْ وَلٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَّاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللهِ كَانَ خَيْرًا مِّنْ اَبِيْ- رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۲۹۴]

ترجمہ: حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: تم جانتے ہو میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: مجھ کو معلوم نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا: میرے والد نے تمہارے والد سے کہا تھا: اے ابو موسیٰ! کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا اور ہماری ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے وہ ہمارے لیے ثابت وبر قرار رہیں اور آپ کی وفات کے بعد جو عمل ہم نے کیے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جاویں تو ہمارے لیے کافی ہے۔ تمہارے والد نے یہ سن کر میرے والد سے کہا: نہیں یوں نہیں ہے، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کیے اور بہت سے لوگ ہمارے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے اور اُمید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ میرے والد نے یہ سن کر کہا لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہیں وہی ثابت و بر قرار رہیں اور جو اعمال ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سن کر کہا تمہارے والد اللہ کی قسم! میرے والد سے بہتر تھے۔

---

[۲۹۴] صحیح البخاری:۱/۵۵۷،(۳۹۲۸)،کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم، المکتبة المظهرية

تشریح: برابر سرابر کا مطلب ہے کہ نہ ان اعمال سے نفع پہنچے نہ ضرر، اور نہ ثواب ملے ان اعمال کا نہ ان کے سبب عذاب ہو۔

طاعتِ ناقصِ ما موجبِ غفراں نہ شود
راضییم گر مدد علتِ عصیاں نہ شود

ہماری ناقص عبادت باعثِ مغفرت نہیں ہوتی تو میں راضی ہوں کہ وہ عبادت عفو کردی جائے اور سببِ زیادتی معاصی نہ بنے۔

عارفین حضرات نے فرمایا ہے کہ جو گناہ دل میں ندامت وذلت اور شرمساری وحقارت پیدا کرے وہ بہتر ہے اس طاعت وعبادت سے جو دل میں ناز وبڑائی یعنی تکبر اور عجب پیدا کرے۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اولیائے کرام اس سبب سے فرشتوں سے بازی لے جاتے ہیں کہ اپنے کو خاتمہ اور انجام کے خوف سے کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔ اور وہ تواضع جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس پر بلندی کا وعدہ ہے۔

۱۷۱- وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَّنُطْقِیْ ذِكْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ- رَوَاهُ رَزِیْنٌ[۲۹۵]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[۲۹۵] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۵۸/۲، باب البکاء والخوف، ایچ ایم سعید/جامع الاحادیث فی احادیث الرسول: ۶۸۷/۱۱، (۹۳۱۷)، کتاب اللواحق، مکتبۃ الحلوانی

علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا ہے:

۱) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

۲) سچی اور راست بات کہنا غصہ اور رضا مندی کی حالت میں۔ یعنی جب آدمی کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا عیب چھپاتا ہے اور جب غصہ آتا ہے تو اس کے برعکس کرتا ہے۔ چاہیے کہ دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔

۳) فقر اور غنا میں میانہ روی۔ یعنی فقر اور غنا دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہے، حالتِ فقر میں غصہ اور بے صبری نہ کرے اور غنا میں تکبر اور سرکشی نہ اختیار کرے۔

۴) میں اس سے قرابت داری کو قائم و برقرار رکھوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے یعنی جو رشتہ دار مجھ سے قطع رحمی و بدسلوکی کرے میں اس کے ساتھ سلوک و احسان ہی کروں اور یہ غایتِ حلم و تواضع ہے۔

۵) میں اس شخص کو دوں جو مجھ کو محروم رکھے۔

۶) جو شخص مجھ پر ظلم کرے میں (باوجود قدرتِ انتقام) اس کو معاف کردوں۔

۷) میری خاموشی غور و فکر ہو۔ یعنی جب خاموش رہوں تو اسماء و صفات اور مصنوعاتِ الٰہیہ میں غور و فکر کروں۔

۸) میری گویائی ذکرِ الٰہی ہو۔ یعنی جب بات کروں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں۔ جیسے تسبیح و تحمید و تکبیر و تلاوت اور وعظ و نصیحت وغیرہ۔

۹) اور میری نظر عبرت حاصل کرنے کے لیے ہو۔ اور میرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ میں امر بالمعروف کروں۔

تشریح: نمبر ۹ میں نہی عن المنکر نہ ذکر کیا وہ اس لیے کہ امر بالمعروف دونوں کو شامل ہے اچھی بات کے کرنے کو اور بُری بات کے نہ کرنے کو۔

۱۷۲-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ

الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ثُمَّ يُصِيبُ شَيْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ- رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ[۲۹۶]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن بندہ ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نکلے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی ہو پھر وہ آنسو اس کے چہرے پر پہنچے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

تشریح: اسی حدیث کے پیشِ نظر ایک صحابی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل کر پھیلا لیتے تھے تاکہ دور تک یہ آنسو لگ جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے مل کر تمام چہرے پر مل لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے مرشد حضرتِ اقدس حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۞۞۞۞

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاً
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

۲۹۶؎ سنن ابن ماجة: ۴۴۶، (۴۱۹۷)، باب الحزن والبکاء، المکتبة الرحمانية

بَابُ تَغَیُّرِ النَّاسِ

لوگوں کی حالتوں میں تغیر و تبدل کا بیان

فصلِ اوّل

۱۷۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَۃِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً- مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ[۲۹۷]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی مانند ان سو اونٹوں کے ہے جن میں سے تو ایک ہی کو سواری کے قابل پائے گا۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ آدمیوں کی تعداد مت دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ کام کے کتنے ہیں۔ کیوں کہ ایک آدمی جو کام کا ہو بہتر ہے ان لاکھ آدمیوں سے جو نااہل ہوں۔ سو کی تعداد سے کثرت مراد ہے یعنی تحدید مراد نہیں بلکہ تکثیر مراد ہے۔ پس عالم باعمل مخلص کا وجود اُمت کے لیے کیمیا ہے اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ یہ زمانہ قحط الرجال کا ہے۔ زمانۂ نزولِ وحی کے وقت جب حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ[۲۹۸] بہت تھوڑے شکر گزار بندے ہیں، تو اب کیا حال ہو گا۔

۱۷۴- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ

---

[۲۹۷] صحیح البخاری: ۲/۹۶۲، (۶۵۳۷)، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، المکتبۃ المظھریۃ/ صحیح مسلم: ۲/۳۱۲، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس کابل مائۃ لاتجد فیھا راحلۃ، ایچ ایم سعید/ شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/۳۹۱، (۴۱۹۵)، باب تغیر الناس وذھاب الصالحین، المکتب الاسلامی

[۲۹۸] سبا: ۱۳

تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ[۲۹۹]

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ البتہ ان لوگوں کی تقلید و پیروی کروگے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی ان کی پوری متابعت کروگے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے۔ (حالاں کہ وہ سوراخ بہت تنگ ہوتا ہے۔) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (کیا آپ کی مراد) یہود و نصارٰی سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ نہیں تو پھر) اور کون۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اُمت کے اندر یہود و نصارٰی کی بیماری پیدا ہوگی۔ چناں چہ آج یہ اُمت بھی ان علماء کو جو وارثینِ انبیاء ہیں یا تو قتل کرتی ہے یا ان کا مذاق اڑاتی ہے اور اولیاء کو اللہ تعالٰی کے ساتھ رزق اور اولاد اور دیگر حاجت روائی میں شریک سمجھتی ہے جیسا کہ اہلِ بدعت کر رہے ہیں۔

۱۷۵- وَعَنْ مِرْدَاسِ نِ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللهُ بَالَةً۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ[۳۰۰]

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے مرتے جاویں گے اور باقی رہیں گے ردی و بے کار (یعنی بُرے اور بدکار) مانند جو کی بھوسی یا کھجور کی بھوسی کے جن کی اللہ تعالٰی کوئی پروا نہیں کرتا۔

---

۲۹۹ صحیح البخاری: ۱/۴۹۱، (۳۴۶۹)، باب ما ذکر عن بنی اسرآئیل، المکتبة المظهرية/ صحيح مسلم: ۲/۳۳۹، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن والتحذير من متبعيه، ایچ ایم سعید/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۹۲، (۴۱۹۶)، باب تغير الناس وذهاب الصالحين، المکتب الاسلامی/ سنن ابن ماجة: ۲۲۴، (۳۹۹۴)، باب افتراق الامم، المکتبة الرحمانية

۳۰۰ صحیح البخاری: ۲/۹۵۲، (۶۴۷۰)، باب ذهاب الصالحين، المکتبة المظهرية/ شرح السنة للبغوی: ۱۴/۳۹۳، (۴۱۹۷)، باب تغير الناس وذهاب الصالحين، المکتب الاسلامی

فصلِ دوم

۱۷۶-عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ أَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ أَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللهُ شِرَارَهَا عَلَى خِيَارِهَا- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ[۳۰۱]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت کے لوگ تکبر سے چلیں گے اور فارس وروم کے بادشاہوں کی اولاد ان کی خدمت کرے گی تو اللہ تعالیٰ اُمت کے بُرے لوگوں کو بھلے لوگوں پر مسلط کردے گا۔

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے یہ خبر آیندہ کی دی اور پھر اُمت نے اپنی آنکھوں سے یہ وقت دیکھا کہ شہر فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے اموال قبضے میں آئے اور ان کی اولاد کو خدمت گزار بنایا گیا پھر حق تعالیٰ نے مسلط کیا بنی امیہ کو بنی ہاشم پر اور انہوں نے پھر جو کچھ کرنا تھا سب کیا۔

۱۷۷-وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا إِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِأَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۳۰۲]

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام خلیفہ یا

۳۰۱؎ جامع الترمذی:۲/۵۲،ابواب الفتن،ایچ ایم سعید/شرح السنۃ للبغوی:۱۴/۳۹۵،(۴۲۰۰)،باب تغیر الناس وذھاب الصالحین،المکتب الاسلامی

۳۰۲؎ جامع الترمذی:۲/۴،باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر،ایچ ایم سعید

سلطان کو قتل نہ کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے نہ مارو گے اور تمہاری دنیا کے مالک تمہارے شریر وبدکار لوگ نہ ہو جائیں گے یعنی ملک وسلطنت ظالموں کے ہاتھ آئے گی اور نافرمان وفاسق لوگ مخلوق پر حکمرانی کریں گے۔

۱۷۸-وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعَ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ[۳۰۳]

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ نصیبہ ور (دولت مند اور جاہ ومنصب والا) وہ شخص نہ بن جائے گا جو لئیم اور احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے (یعنی بد اصل اور بد سیرت اشخاص دنیاوی جاہ وجلال اور دولت کے مالک ہو جائیں گے۔)

۱۷۹-وَعَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ كَعْبِ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَّا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَّهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَّرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَّوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَّرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ- رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ[۳۰۴]

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا

---

۳۰۳ جامع الترمذی: ۲/۴۴، باب ما جاء فی اشراط الساعۃ، ایچ ایم سعید

۳۰۴ جامع الترمذی: ۲/۷۴، ابواب صفۃ القیمۃ، ایچ ایم سعید

جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، اس وقت ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ ایک زمانے میں وہ کس قدر خوش حال تھے اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے (یعنی مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے صبح کو ایک لباس پہنو گے اور شام کو دوسرا) اور تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا (یعنی انواع واقسام کے کھانے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے) اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردے ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس روز آج کے دن سے بہتر حال میں ہوں گے اس لیے کہ ہم اس وقت عبادت کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت واشغال سے بے فکری ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو۔

تشریح: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت مصعب بن عمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور وہ اس حالت میں تھے کہ تسمہ سے (بکری کی کھال کے) اپنی کمر باندھے ہوئے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ ان کا قلب حق تعالیٰ نے روشن فرمایا ہے اور میں نے ان کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ان کے والدین ان کو نہایت عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور یہ دو سو درہم کا لباس پہنے رہتے تھے۔ اور اللہ اور رسول کی محبت نے ان کو اس حال میں پہنچادیا جس میں تم اب ان کو دیکھتے ہو۔[۳۰۵]

---

۳۰۵ جَمعُ الجَوَامِع ص ۳۴۶ ج ۱۱ رقم (۱۶۵۰)، عن عمَر رَضی اللہ عنہ قال نَظَرَ رسولُ اللہ إلی مُصعب ابنِ عمیرٍ مُقْبِلًا علیہ اِھَابُ کبش قد تَنطق بہٖ فَقَالَ النبّی صلّی اللہ علیہ وسَلّم انظُرُوْا إلی ھذا الذی نَوَّرَ اللہُ قَلْبَہٗ لقد رأیتہٗ بَیْنَ أبویْنِ یَغْذُوأنہ بأطیب الطعام والشَّراب لقد رأیت علیہٖ حلّۃً اشتریْت بمائتی دِرْھَمٍ فَدَعَاہٗ حبَّ اللہ وحبَّ رَسُولہٖ إلٰی ما ترون

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریشی ہیں، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں، ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ حالتِ کفر میں رئیس اور شاہزادۂ مکہ کہلاتے تھے۔ جب مسلمان ہوئے سب چھوڑ کے ہجرت کی اور زہد اختیار کیا اور جنگِ احد میں شہید ہوئے اور اس وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی یا کچھ زیادہ۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت اور رحم کے سبب روئے کہ ایسے معزز اور رئیس اور صاحبِ نعمت ودولت کو عشق اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس حال کو پہنچایا کہ آج اس کے لیے کفن بھی پورا نہیں ہے۔ پس یہ رونا رنج سے نہ تھا بلکہ اس خوشی سے تھا کہ اُمت کے اندر ایسے عاشقِ حق اور ایسے زاہد پیدا ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت پر کُھرّی چار پائی کے باندھ کے نشانات دیکھے اور روئے کہ چین کسریٰ اور قیصر کا کیا ہے اور لاڈلے رسول پر کیا تکلیف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (رضی اللہ عنہ) کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔[۳۰۶] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے اور کافر فقیر کا عذاب خفیف تر ہوگا بہ نسبت کافر غنی کے دوزخ میں پس جبکہ نفع دیا فقر نے فقیر کو اس دارِ فانی میں تو کیوں کر نفع نہ دے گا دار القرار میں۔[۳۰۷]

۱۸۰- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ- رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا[۳۰۸]

---

۳۰۶ صحیح البخاری:۱/۳۳۴-۳۳۵،(۲۴۶۴)،باب الغرفة والعلیة المشرفة وغیر المشرفة فی السطوح وغیرھا،المکتبة المظھریة/صحیح مسلم:۱/۴۸۲،کتاب الطلاق،ایچ ایم سعید/جامع الترمذی:۲/۱۶۸، ابواب التفسیر،سورة التحریم،ایچ ایم سعید/شرح السنة للبغوی:۱۴/۲۷۱،(۴۰۷۰)،باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم،المکتب الاسلامی

۳۰۷ مرقاة المفاتیح:۹/۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸(۵۲۴۰)،باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم،دار الکتب العلمیة،بیروت/مظاھر حق:۴/۴۱،

۳۰۸ جامع الترمذی:۲/۵۲،ابواب الفتن،ایچ ایم سعید

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں دین پر صبر کرنے والا شخص اس آدمی کے مانند ہو گا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے لیا ہو (یعنی جس طرح انگارے کو ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے اسی طرح دین پر قائم رہنا دشوار ہو گا۔)

تشریح: یعنی فسق اتنا عام ہو جائے گا کہ ہر طرف فساق ہی کا غلبہ نظر آئے گا پس دینداروں کا دین پر قائم رہنا دشوار ہو گا بسبب قلت مددگاروں کے اور بہت صبر کی ضرورت ہو گی۔[۳۰۹]

۱۸۱-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ خِیَارَكُمْ وَاَغْنِیَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَیْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِیَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا- رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ[۳۱۰]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے امراء تمہارے بہتر لوگ ہوں اور دولت مند تمہارے سخی ہوں اور تمہارے اُمور باہمی مشورہ سے طے پائیں اس وقت زمین کی پشت تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے بہتر ہو گی (یعنی زندگی موت سے بہتر ہو گی اس لیے کہ تم کتاب وسنت کے مطابق عمل کرو گے۔ اور نیک اعمال کے ساتھ درازیٔ عمر نعمت ہے۔) اور جبکہ تمہارے امراء تمہارے شریر وبدکار لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند تمہارے بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوں اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہو گا۔ (یعنی تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہو گی)

۳۰۹۔ مرقاة المفاتیح: ۹/۵۵۰ (۵۳۶۷)، کتاب الرقاق، باب تغیر الناس، دار الکتب العلمیة، بیروت

۳۱۰۔ جامع الترمذی: ۲/۵۲، ابواب الفتن، ایچ ایم سعید

تشریح: عورتوں سے مشورہ لینا مناسب نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں اور ان کے لیے وارد ہے **شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ** عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر اس کے خلاف کرو۔ اور وہ مرد بھی عورتوں کے حکم میں ہیں کم عقل ہونے میں جو ان کے مشابہ ہیں یعنی جن پر مال اور جاہ کی محبت غالب ہو اور جن کو انجام کی خبر نہیں اور نہ گناہوں کے وبال کی فکر۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اکثر جھگڑا اور فساد عورتوں کی تابع داری اور ان کے کہنے پر چلنے سے ہوتا ہے۔

۱۸۲۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاٰكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَّمِنْ قِلَّةٍ نَّحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ[۳۱۱]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر وضلالت کے گروہ قریب ہیں کہ ان کے بعض آدمی بعض کو تم سے لڑنے اور تمہاری شان وشوکت کو مٹانے کے لیے بلائیں گے جس طرح کہ ایک کھانا کھانے والی جماعت جمع ہوتی ہے اور اس کے بعض بعض کو کھانے کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے پوچھا: کیا وہ لوگ اس لیے ہم پر غلبہ حاصل کرلیں گے کہ ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس زمانے میں بڑی تعداد میں ہوگے لیکن ایسے جیسے نالوں کے کنارے پانی کے جھاگ ہوتے ہیں یعنی تم میں قوت وشجاعت نہ ہوگی اس لیے نہایت ضعیف وکمزور ہوگے، تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت دشمنوں کے دل سے نکل جائے گی اور تمہارے

۳۱۱؎ سنن ابی داؤد: ۲/۳۴۲، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، ایچ ایم سعید

دلوں میں (ضعف وسستی) پیدا ہو جائے گی۔ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! وھن (ضعف وسستی) کیا چیز ہے؟ (یعنی اس کے پیدا ہونے کا سبب کیا ہے؟) فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے بے زاری اور نفرت۔

تشریح: اس زمانے میں اہلِ کفر سے اہلِ اسلام کا رعب جاتا رہا اور اہلِ کفر جنگ میں غالب آرہے ہیں۔ اس کا راز یہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت پیدا ہو گئی ہے اس وجہ سے جہاد کی اصلی روح نہیں پیدا ہوتی۔ اور اسلامی ملک صرف نام کا تو اسلامی ہے لیکن اکثریت اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی، سینما، نائٹ کلب، ٹیلی ویژن اور پوری زندگی سنتِ نبوی سے دور اور اہلِ مغرب کی عیاشی کے خطوط پر محوِ گردشِ ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری ہدایت کے لیے اسباب پیدا فرمائیں، آمین۔

فصل سوم

۱۸۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ[۳۱۲]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس قوم میں مالِ غنیمت کے اندر خیانت کرنے کا عیب پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں دشمنوں کا رعب اور خوف پیدا کر دیتا ہے اور جس قوم میں زناکاری پھیلتی ہے اس میں اموات کی زیادتی ہو جاتی ہے اور جو قوم ناپنے تولنے میں کمی کرتی ہے (یعنی کم ناپتی اور کم تولتی ہے)

۳۱۲ مؤطا امام مالك: ۶۷۶، باب ما جاء في الغلول/جامع الاصول في احاديث الرسول: ۱۱/۲۱-۲۲، (۹۳۹۲)، كتاب اللواحق، باب في الآفات المشتركة بين آفات النفس، مكتبة الحلواني

اس کا رزق اٹھالیا جاتا ہے (یعنی رزقِ حلال یا رزق کی برکت اٹھالی جاتی ہے) اور جو قوم ناحق حکم کرتی ہے (یعنی اس کے امراء احکام نافذ کرنے میں عدل وانصاف کو ملحوظ نہیں رکھتے اور ناحق احکام جاری کرتے ہیں) اس میں خونریزی پھیل جاتی ہے اور جو قوم اپنے عہد کو توڑتی ہے اس پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی سزا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی بصورت مصائب (یعنی بے اطمینانی اور عمر میں کمی، رزق میں تنگی اور آپس میں خونریزی اور ظالم دشمن کا تسلط وغیرہ) ہوتی ہے، اب کوئی نادان یہ کہے کہ فلاں فلاں رات دن نافرمانی کررہے ہیں اور ان کو دنیا خوب مل رہی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ہرگز سکون نہیں۔ ان کی دنیا کا ٹھاٹ باٹ صرف ظاہری جسم پر نظر آتا ہے ان کے قلب ہزاروں غم اور فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ۔

از بروں چوں گورِ کافر پُر حلل
واندروں قہرِ خدائے عز وجل

ترجمہ: کافر کی قبر باہر سے بہت پُر رونق ہے مثلاً پھول کی چادر، روشنی کے قمقمے، بینڈ باجے اور اندر اس کی روح پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہورہا ہے۔ اور گناہ جس کو موافق آجائے اور پکڑ نہ ہو اور گناہ کے ساتھ دنیا خوب ملے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے، زہر کا ہضم ہونا خطرناک ہوتا ہے اور زہر کا قے ہونا مفید ہوتا ہے پس گناہوں کے ساتھ نعمت نعمت نہیں عذاب ہے، مصیبت ہے، اور جو مصیبت غفلت دور کردے وہ رحمت ہے۔

بَابٌ فِیْ ذِکْرِ الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِیْرِ

ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بیان

۱۸۴-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ فَصَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَّا بَنِیْ عَدِیٍّ لِّبُطُوْنِ قُرَیْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَیْتُکُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ-مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ- وَفِیْ رِوَایَةٍ نَادٰی یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ رَّاٰی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَاُ اَهْلَهٗ فَخَشِیَ اَنْ یَّسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ یَهْتِفُ یَا صَبَاحَاهُ[۳۱۳]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ[۳۱۴] یعنی اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارنا شروع کیا اے بنی فہر! اے بنی عدی! یعنی قریش کے فرقوں اور جماعتوں کو بلانا شروع کیا، جب سب جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر آکر اترا ہے

---

۳۱۳ صحیح البخاری: ۷۰۲/۲، (۴۷۸۱)، باب قوله تعالٰی وانذر عشیرتك الاقربین واخفض جناحك، المکتبة المظهریة

۳۱۴ الشعرآء: ۲۱۴

اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے؟ قریش نے کہا: ہاں! آپ ہمیشہ ہمارے تجربہ میں سچے ثابت ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے پر مامور ہوا ہوں (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھ پر ایمان لے آؤ ورنہ) تمہارے سامنے سخت عذاب موجود ہے۔ یہ سن کر ابو لہب نے کہا: تجھ پر سارے دن ہلاکت ہو۔ کیا اسی (غلط بات) کے لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ [۳۱۵] یعنی ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے یہ فرمایا: اے عبد مناف کی اولاد! میرا اور تمہارا حال اس شخص کے مانند ہے جس نے دشمن کے لشکر کو دیکھا پس وہ اپنی قوم کو دشمن کے قتل و غارت سے بچانے کے لیے ایک پہاڑ پر چڑھا تاکہ قوم کو آواز دے کر آگاہ کرے لیکن پھر اس خوف سے کہ کہیں دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے اس نے پہاڑی پر سے یہ چلّانا شروع کیا یا صباحاہ یعنی دشمن کی غارت گری سے بچو۔

۱۸۵-وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِيْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا - رَوَاهُ مُسْلِمٌ - وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّيَا بَنِيْ عَبْدِ

---

[۳۱۵] اللھب:۱

مَنَافٍ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا وَّيَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللهِ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا وَّيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا[۳۱۶]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ڈرائیے اپنے کنبہ کے لوگوں کو جو بہت قریب کے ہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا۔ جب وہ جمع ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب میں تعمیم کی اور تخصیص بھی (یعنی ان کے جد بعید کا نام لے کر بھی مخاطب کیا تاکہ سب کو عام شامل ہو جائے اور ان کے جد قریب کا نام لے کر بھی مخاطب کیا تاکہ بعض کے ساتھ مخصوص ہو جائے) چناں چہ آپ نے فرمایا: اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد المطلب کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو آگ سے بچا۔ اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ (یعنی میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا) البتہ مجھ پر تمہارا قرابت کا حق ہے جس کو میں قرابت کی تری سے تر کرتا ہوں۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! اپنی جانوں کو خرید لو (یعنی ایمان لا کر اور اطاعت و فرماں برداری کر کے دوزخ

---

۳۱۶ صحیح مسلم: ۱/۱۱۴، باب من مات علی الکفر فهو فی النار لا تناله شفاعة ولا تنفعه قرابة المقربین، ایچ ایم سعید

کی آگ سے اپنے آپ کو بچالو) میں تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ بھی دور نہیں کر سکتا۔ اور اے عبد مناف کی اولاد! میں تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دفع نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہے مانگ لے لیکن میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

تشریح: اس حدیث سے اُمت کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو محنت کی طرف متوجہ کیا گیا تو آج کس احمق و نادان کا منہ ہے کہ پیروں یا اولیاء کی سفارش پر یا خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بھروسے پر یا حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے بھروسے پر گناہوں اور سرکشی پر جری اور گستاخ ہو اور نیک اعمال سے بے پرواہو۔ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو حق تعالیٰ شانہٗ کے لاڈلے اور محبوب رسول ہیں اور ایسے محبوب ہیں جو آپ کے نقشِ قدم کی اتباع کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاوے کس قدر عبادت فرماتے تھے کہ طولِ قیام سے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا تھا، تعجب ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت پر بھروسے کا پُر فریب دعویٰ کر کے نیک اعمال سے کاہل اور گناہوں میں چست و چالاک بنے ہیں یہی لوگ حق تعالیٰ کی دوسری صفت رزاقیت پر بھروسہ کر کے گھر میں نہیں بیٹھتے بلکہ روزی کے لیے مارے مارے سرگرداں و پریشاں دربدر چکر کاٹتے ہیں اور کس کس خاکِ آستاں کو بوسہ دیتے ہیں اور آخرت کے معاملے میں اپنی غفلت اور کاہلی پر پردہ ڈالنے کے لیے توکل کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ کیسا توکل ہے کہ ایک صفت پر توکل ہو اور دوسری صفت پر توکل نہ ہو تو یہ توکل تو اپنے مطلب کا توکل ہُوا۔

مصطفیٰ فرمودہ با وازِ بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو رسی سے باندھ دو پھر توکل اللہ تعالیٰ پر کرو رسی پر توکل نہ کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تدبیر کو چھوڑنا توکل نہیں بلکہ تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور تدبیر پر بھروسہ نہ کرنے کا نام اصل توکل اور صحیح توکل ہے۔ پس آخرت کے لیے بھی اعمالِ صالحہ اختیار کرے اور گناہوں سے بچنے کی تکالیف کو برداشت کرے اور پھر مغفرت کے لیے اپنے ان اعمال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ حق تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے **اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللهِ**[۳۱۷] یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ اس کلامِ ربانی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید پیدا ہوتی ہے اور نافرمانی پر اصرار اور توبہ نہ کرنے سے اُمید اور نورِ ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۶-وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اَوَّلَ مَايُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ ابْنُ يَحْيَى الرَّاوِىْ يَعْنِى الْاِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْاِنَاءُ يَعْنِى الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللهُ فِيْهَا مَابَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا-رَوَاهُ الدَّارِمِىُّ[۳۱۸]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے سب سے پہلے اسلام میں جس چیز کو الٹایا جاوے گا جس طرح بھرے برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہوگی۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ کیوں کر ہوگا؟ حالاں کہ شراب کی حرمت اللہ تعالیٰ نے خوب واضح کر کے بیان فرمادی ہے۔ فرمایا: اس طرح ہوگا کہ شراب کا دوسرا نام رکھ لیں گے اور اس طرح اس کو حلال قرار دیں گے۔

۳۱۷؎ البقرة:۲۱۸

۳۱۸؎ سنن الدارمی:۱۳۳۲/۲،(۲۱۴۵)،کتاب الاشربة،باب ماقیل فی المسکر،دار المغنی للنشر والتوزیع

تشریح: جیسا کہ آج کل شراب کا نام جامِ صحت رکھا ہوا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے ہدایت فرمائیں، آمین۔

الحمد للہ تعالیٰ کہ آج ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ بروز دوشنبہ اس کتاب کا مسودہ تکمیل اور اختتام کو پہنچا۔ ناظرین حضرات سے احقر دعا کی درخواست کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اور اپنے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کتاب کو قبول اور نافع فرمائیں۔ اور احقر کے لیے اور مجلس اشاعۃ الحق کے معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ فرمائیں، آمین۔

راقم الحروف محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

مجلس اشاعۃ الحق ۴۔ جی۔ ۱۲؍۱۔ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸

❖❖❖❖

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا ذروں میں تجھ پر اپنی جان کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنت کے راستے

حدیث پاک میں ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے یعنی دنیا کی محبت آخرت سے غفلت بلکہ تمام گناہوں کا اصل سبب ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے بارہا آخرت کے مقابلے میں دنیا کی تذلیل وحقارت بیان فرمائی ہے اور صحابہ کرام کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان کے قلوب میں فکرِ آخرت اور دنیا کی حقارت جاں گزیں ہوگئی۔ وہ دنیا کا بھی ہر کام کرنے سے پہلے یہ دیکھنے لگے کہ اس میں آخرت کا بھی کچھ فائدہ ہے یا نہیں۔

قلوب میں آخرت کی تیاری کی فکر پیدا کرنے والی شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تالیف ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' تقریباً ۴۰ سال میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب مشکوٰۃ کتاب الرقاق کی منتخب احادیث اور ان کا ترجمہ وتشریح ہے اور اہلِ علم حضرات میں بہت مقبول ہے۔ اس طباعت میں ہر حدیث پاک کے ساتھ کتبِ احادیث کے حوالے نہایت تفصیل سے درج کردیے گئے ہیں۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری

AT019